استاد محترم

مفتی حافظ محمد جہانزیب مدنی صاحب

سوال نمبر 1

کیا کہنے والے کا یہ کہنا (اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نہ ہوتے تو نہ دنیا نہ جنت نہ جہنم نہ اسمان کو پیدا کیا جاتا)
درست ہے اور دین کے اصول و قواعد کے خلاف تو نہیں؟

جواب

اس میں کوئی شک نہیں یہ صحیح ہے سچا ہے اور احادیث متعددہ (بہت سی حدیثوں) سے ثابت ہے جیسکہ امام دیلمی رحمہ اللہ ابن عباس سے مرفوع حدیث روایت فرماتے ہیں جو اسی قول کی تائید میں ہے جس کے لفظ کچھ یوں ہیں

حدیث قدسی

حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا

االلہ تعالی فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر اپ نہ ہوتے تو میں جنت کو بھی پیدا نہ فرماتا اور نہ ہی دوزخ کو پیدا فرماتا

سوال کرنے والے کا یہ کہنا دین کے اصول و قواعد کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کی تائید کے لیے بہت سی روایات علماء اور سلف صالحین کے اقوال موجود ہیں

حاشیہ سے دلیل

امام عجلونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام سنعانی رحمہ اللہ اس حدیث جو اوپر گزری ہے کہ تحت فرماتے ہیں کیا یہ حدیث موضوع ہے جبکہ امام عجلونی فرماتے ہیں کہ میرا قول یہ ہے کہ یہ(قول)کہنے والے کا درست نہیں ہے لیکن اس قول سے ا ایسا معنی لینا درست ہے لیکن اس کو حدیث کہنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث میں الفاظ نہیں ہیں

(◀°✦·⋯๑ ⋯ MOحSIN KAMALIA ⋯ ๑⋯·✦°▶)

سوال نمبر2

کیا ہمارے نبی بشر ہیں یا نور؟

جواب

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ظاہری طور پر بشر ہیں جیسا کہ قران مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے

(قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا) الاسراء آیت 93

ترجمہ

تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا

اور کبھی کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطلاق نور پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ مفسرین نے اس ایت کی تفسیر میں فرمایا ہے

(قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ) المائدہ آیت 15

ترجمہ

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آگیا اور ایک روشن کتاب.

اس ایت میں نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے جیسا کہ تفسیر ابن عباس تفسیر طبری تفسیر نسفی تفسیر رازی تفسیر بیضاوی تفسیر جلالین تفسیر صاوی اور ان کے علاوہ بہت سی معتبر کتابوں میں ہے اور نور ہونا بشر ہونا یہ ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں جیسا کہ علماء کرام نے فرمایا

اسی سوال کا حصہ

حضور کے بشر اور نور ہونے کے انکار کرنے والے کا کیا حکم ہے ؟

حکم

حضور کے بشر ہونے کا انکار کرنے والا کافر ہے کیونکہ حضور کا بشر ہونا یہ نص قطعی سے ثابت ہے

اور نور کا انکار کرنے والا بد مذہب گمراہ ہے کیونکہ اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے

اعتراض

نور اور بشر ایک شخص میں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟

اعتراض کا جواب

اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

(اِلَیۡہَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَہَا بَشَرًا سَوِیًّا) المریم آیت 98

ترجمہ

تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبرئیل) بھیجا تو وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کی صورت بن گیا

یہ بات کسی سے خفی نہیں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نورانی مخلوق ہیں اور حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس انسانی شکل میں ائے حالانکہ حقیقت میں وہ نور ہیں اگر نور اور بشر ایک دوسرے کے منافی ہوتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی بھی حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس انسانی شکل میں تشریف نہ لاتے

(◄°✦·····๑·····MOحSIN KAMALIA·····๑·····✦°►)

سوال نمبر3

کیا انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں ! اور ان کا ہماری دنیاوی زندگی پر کیا اثر ہے؟

جواب

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں وصال مبارک کے بعد زندہ ہیں یہ صحیح ہے قران کریم سے احادیث نبویہ سے ثابت ہے

اللہ تعالی فرماتا ہے

قرآن سے ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا-بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ) العمران آیت 169

ترجمہ

اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے

یہ آیت مبارکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہے لفظوں کے موافقت کی وجہ سے

موافقت کی تعریف

ایک کلام سے دو باتوں کا سمجھ میں ا جانا
یعنی بات ایک ہو لیکن اس سے مطلب دو سمجھ آجائیں

بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کا رتبہ شہدا سے زیادہ ہے
اور یہ ایت حضور کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہے
لفظوں کے عموم کی وجہ سے کہ اللہ تعالی نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام میں شہادت اور نبوت دونوں وصف کو جمع فرما دیا ہے
ہے جیسا کہ امام سیوطی رحمت اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں

اللہ تعالی نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں نبوت اور شہادت کے وصف کو جمع فرما دیا ہے اور یہ اس آیت کے لفظوں کے عموم میں داخل ہیں

احادیث نبویہ سے ثبوت

1۔

مسلم شریف میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات حضرت موسی علیہ السلام کے پاس سے گزرے وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے

2۔

ابو یعلی اور امام بہقی رحمھما اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز پڑھتے ہیں

3۔

ابو داؤد اور بیہقی رحمھما اللہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے

بس نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اپنے حقیقی جسم اور روح کے ساتھ قبر مبارک میں زندہ ہیں وہ اپنے رب کی عبادت بھی کرتے ہیں اور سلام عرض کرنے والے کو جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں امت کے لیے شفاعت بھی

کرتے ہیں ان کے لیے دعا بھی کرتے ہیں اور استغفار بھی امت کے لیے کرتے ہیں جیسا کہ اس کی خبر خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمائی اور علمائے کرام اور سلف و صالحین کے انبیاء کرام علیہم السلام کے زندہ ہونے کے بارے میں کثیر اقوال ہیں جن کے گنتی نہیں کی جا سکتی

(◄°✦•·····๑ ····MOحSIN KAMALIA···· ·๑·-·-•✦°►)

سوال نمبر4

کیا نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا جاگتی انکھوں سے دیدار کرنا ممکن ہے اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے؟

جواب

جی ہاں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا جاگتی انکھوں سے وصال مبارک کے بعد دیدار کرنا ممکن ہے بلکہ بعض صالحین کو یہ شرف حاصل بھی ہوا ہے اس سے مانع (منع کرنے والی) کوئی عقلی اور شرعی چیز نہیں ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت فرمایا ہے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے

حدیث نبوی

ترجمہ (جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب وہ بیداری کی حالت میں بھی مجھے دیکھے گا (انشاء اللہ) اور شیطان میری مثل نہیں آسکتا)

دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے بزرگ

1۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ

2۔ امام سیوطی رحمہ اللہ

3۔ امام شافعی رحمہ اللہ

4۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ

(◄°✦·····๑····MOحSIN KAMALIA····๑·····✦°►)

سوال نمبر5

امت اسلامیہ ہمیشہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا محفل میلاد مناتے آئی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کچھ لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بدعت ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب

اہل اسلام ہمیشہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محفل میلاد مختلف علاقوں میں مختلف شہروں میں مناتے آئے ہیں اس کی اصل قرآن سے سنت سے علماء کے اقوال سے اور ان کے عمل سے بھی ثابت ہے

قرآن سے ثبوت حاشیہ میں دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْاؕ-هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ) الیونس آیت 58

ترجمہ

(تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں)

وضاحت۔

اللہ تعالی اس آیت مبارکہ میں خود اپنے فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا فرما رہا ہے اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے تو سب سے بڑی رحمت ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے

قرآن سے ثبوت حاشیہ میں دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ) الانبیاء آیت 103

ترجمہ

(اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے)

وضاحت

اس آیت میں واضح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں

قرآن سے ثبوت حاشیہ میں دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ) الھود آیت 123

ترجمہ

(اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم سب تمہیں سناتے ہیں جس سے تمہارے دل کو قوت دیں)

وضاحت

اس آیت میں اللہ تعالی واضح ارشاد فرما رہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے تم پر اس لیےبیان کیے تاکہ ہمارے دل جو ہیں وہ ثابت قدم رہیں تو جب تمام انبیاء کرام کے ذکر کرنے سے دل ثابت رہتے ہیں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر کرنے سے تو بدرجہ اولیٰ دل پختہ(ثابت) رہیں گے

قرآن سے ثبوت حاشیہ میں دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ) الضحیٰ آیت 11

ترجمہ

(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو)

وضاحت

اس آیت میں بھی واضح طور پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میری نعمت پر خوب چرچا کرو اور ہمارے (اہلسنت والجماعت) کے نزدیک تو سب سے بڑی نعمت رحمت عظمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکت ہے یہ قرآن سے ثابت ہے

قرآن سے ثبوت حاشیہ میں دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ۚ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ) العمران آیت 164

ترجمہ

بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مَبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے ۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اورانہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناکھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے

سوال کا بقیہ حصہ

اگر شریعت میں اس کے اصل نہ بھی ہو تو شریعت کا اس پر سکوت (خاموشی) اختیار کرنا یہ اس کے جائز ہونے کے لیے کافی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محفل میلاد مختلف زمانوں میں مختلف طریقوں سے منایا جاتا رہا ہے کبھی روزے رکھ کر یا غلام آزاد کر کے یا کھانا کھلا کر یا اکٹھے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھ کر یا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خصاص و کمالات بیان کر کے یا پھر تلاوت قرآن پاک کر کے

یہ کہنا کہ میلاد کی موجودہ صورت پہلے زمانے میں نہ تھی تو یہ اس کے ناجائز ہونے کے لیے کافی نہیں ہے کیونکہ اس کی اصل شریعت میں موجود ہے جیسا کہ آج مصحف (قرآن مجید) موجودہ صورت میں ہمارے پاس ہے لیکن پہلے زمانے میں اس صورت میں موجود نہیں تھا اس میں اعراب رموز نقوش سورتوں کی تعداد رکوعات اور آیتوں کی گنتی وغیرہ پہلے دور میں یہ کچھ نہیں تھا یہ سب چیزیں بعد میں شامل ہوئیں ہیں مگر یہ سب چیزیں شریعت کے مطابق ہیں اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دور مبارک میں نماز تراویح کی جماعت کا بھی اہتمام نہیں تھا لیکن آج ہم وہ بھی جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں تو جب یہ تمام چیزیں جو حضور کے دور مبارک میں نہیں تھیں تو یہ بدعت نہیں ہے تو محفل میلاد کیسے بدعت ہو گیا

رہی بات علماء کرام کی تو جنہوں نے اس سے منع کیا ہے انہوں نے دراصل محفل میلاد سے منع نہیں کیا بلکہ اس میں ہونے والے غلط چیزوں سے منع کیا ہے جیسا کہ کھیل کود عورتوں مردوں کا اختلاط (ملنا جلنا) اس کے علاوہ دیگر جو غیر شرعی چیزیں تھیں اس طرح کے محفل مراد کو تو ہم بھی منع کرتے ہیں

MOحSIN KAMALIA

سوال نمبر 6

کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالیشان (وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا) اس کا حکم قیامت تک باقی ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے ساتھ ختم ہو گیا؟

جواب

اس میں کوئی شک نہیں اس آیت مبارکہ کا حکم قیامت تک باقی ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سب سے بڑا وسیلہ ہیں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم مطلق رحمت ہیں اور یہ آیت مبارکہ (وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین) بھی مطلق ہے اور یہاں پر کوئی نصّی اور عقلی چیز نہیں ہے جس سے اسکو مقیّد کیا جائے اور نہ ہی یہاں کوئی ایسا معنی ہے جو اس کو حضو صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی کے ساتھ مقیّد (خاص) کرے پس یہ آیت مبارکہ اپنے حکم کے ساتھ قیامت تک باقی ہے اور قران مجید کی تعبیر لفظوں کے عموم کے ساتھ کی گئی ہے نہ کہ کسی خاص سبب کی وجہ سے اور جو گمان کرے اس آیت کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کے ساتھ خاص کرنے کا یا پھر اس بندے کے ساتھ خاص کرنے کا جس کے لیے یہ نازل ہوئی تو اس پر دلیل ہے پس مطلق دلیل کا محتاج نہیں ہوتا اور یہی اصل ہے اور مقیّد دلیل کا محتاج ہوتا ہے اسی عمل کے ساتھ مفسرین کرام نے سمجھا ہے

اس ایت مبارکہ کے تحت علمائے کرام رحمھم اللہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبر انور کی زیارت کرنا مستحب ہے اور اسی بات کو امام غزالی علیہ رحمہ نے اپنی کتاب الاحیاء میں تحریر فرمایا ہے

حاشیہ سے دلیل

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ واقعہ شیخ ابو نصر نے اپنی کتاب الشامل فی الفقہ میں تعریف فرمایا ہے
حضرت عتبی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روضہ مبارک کے پاس بیٹھا تھا ایک اے اعرابی (دیہاتی) ایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں سلام عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں نے یہ سنا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے (وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا) میں اپ کے پاس اپنے گناہوں کی شفاعت کے لیے حاضر ہوا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپ اپنے رب سے میرے گناہوں کی معافی کی شفاعت فرمائیے پھر اس اعرابی نے کچھ اشعار پڑھے جس کا ترجمہ خلاصتًا کچھ اس طرح ہے

(اے زمین میں دفن سب سے بہترین انسان اپ کے دفن ہونے کی وجہ سے زمین خوشبودار ہوئی میری جان اپ پہ قربان اپ وہ ہیں جن میں معافی سخاوت اور کرم ہے)

پھر وہ اعرابی چلا گیا حضرت عتبی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں میں وہیں سو گیا اور میرے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے اے عتبی (رضی اللہ عنہ) اس اعرابی کو کہہ دینا کہ اللہ تعالی نے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے

سوال کا بقیہ حصہ

امیر المومنین ابو جعفر منصور رحمۃ اللہ نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سوال کیا کہ میں دعا قبلہ ترف منہ کرکے کروں یا روزہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف منہ کر کے کروں؟

حضرت مالک رحمہ اللہ فرمانے لگے اے ابو جعفر تو ان سے منہ کیوں موڑتا ہے جو تیرے اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام لے لیے قیامت کے دن سب سے بڑا وسیلہ ہو نگے

تو تم روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کرو اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دعا مانگو اللہ تعالی قبول فرمائے گا کیونکہ اس ایت مبارکہ جو گزری ہے اس میں صاف واضح طور پر فرما دیا گیا ہے

اور ان جیسے بقیہ تمام بڑے بڑے علماء کرام کے قول ہمارے لیے کافی ہیں

(◀°✦·····๑····MOحSIN KAMALIA····๑·---✦°▸)

سوال نمبر7

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات مبارک کے بعد دعا میں ان کا وسیلہ دینا جائز ہے؟

جواب

سب سے پہلے وسیلہ کی تعریف

لغت میں وسیلہ کی تعریف

ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ ملانا یا قریب کرنا وسیلہ کہلاتا ہے

شریعت میں وسیلہ کی تعریف

وہ چیز جس کے ذریعے اللہ تعالی کا قرب حاصل کیا جائے وہ نیک اعمال بھی ہو سکتے ہیں مقدس ہستیاں بھی ہو سکتی ہیں اور اسکے علاوہ جتنے بھی نیک اعمال ہیں وہ بھی ہو سکتے ہیں

وسیلہ یہ جائز ہے قرآن مجید سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بزرگان دین کے اقوال سے اور ان کے عمل سے بھی ثابت ہے

اللہ تعالی نے وسیلہ کے بارے میں قرآن مجید میں دو جگہوں پر ارشاد فرمایا

پہلی جگہ اللہ تعالی نے وسیلے کا حکم ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ) المائدہ آیت 35

ترجمہ

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو)

دوسری جگہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کی تعریف بیان فرمائی جو خود اللہ تعالی کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ-اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا) الاسراء آیت 57

ترجمہ

(ہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی ا پنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے)

اس کے علاوہ بھی نیک اور اچھے لوگوں کے وسیلہ دینے کے بارے میں کثیر احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالی عنہ والی حدیث پاک جس میں اندھے شخص کا ذکر ہے جس کو اللہ تعالی نے آنکھیں عطا فرمائی تھیں اور اس کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم فرمایا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگے

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں

حدیث

(حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے دور مبارک میں جب قحط پڑھتا تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ کے وسیلہ سے دعا مانگتے اور اللہ تعالی بارش عطا فرماتا)

اور بہر حال بزرگان دین کے وسیلہ کے مستحب اور جائز ہونے کے بارے کثیر دلائل ہیں تبرک حاصل کرنا اور استمداد اور استعانت (یہ دونوں مدد مانگنے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں) یہ تمام وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ طلب کرتے ہیں

سوال نمبر 8

اللہ تعالی کے بندوں سے استعانت اور استمداد (مدد طلب) کرنا اور ان اسباب کو اختیار کرنے کا کیا حکم ہے جو اللہ تعالی نے مخلوق کے لیےپیدا فرمائے ہیں اور اس کے دلائل کیا ہیں؟

جواب

استعانت اور استمداد کا مطلب ہے کسی سے مدد طلب کرنا پس عالم (جہان/دنیا) اور اس میں جتنے بھی ذرات ہیں تمام کے تمام ہر وقت اللہ تعالی سے مدد طلب کرتے ہیں تمام چیزیں اللہ تعالی کی محتاج ہیں اور اسی کے قائم کرنے سے قائم ہے اللہ تعالی کے طریقوں میں سے ہے عالم (جہان/دنیا) کو قائم کرنا اور اس کی مدد کرنا جن اسباب کو اللہ تعالی نے خودپیدا فرمایا ہے

جیسا کہ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ حقیقی مددگار وحدہ لا شریک اللہ تعالی ہی ہے اسی طرح ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں تمام اسباب کوپیدا کرنے والا اللہ تعالی ہی ہے جس کے ذریعے عالم (جہان/دنیا) قائم ہے اور جو کچھ اس میں موجود ہے یہاں تک کہ اللہ تعالی کا حکم آجائے اس کو فنا کرنے کا پس مسلمان جب اللہ کی مخلوق میں سے کسی سے مدد طلب کرتا ہے تو اس ایمان سے مدد طلب کرتا ہے کہ حقیقی مددگار اللہ تعالی ہی ہے اور میں جس سے مدد طلب کر رہا ہوں وہ محض ایک سبب ہے اور اس میں نقصان دور کرنے کی اور نفع دینے کی تاثیر نہیں ہے مگر اللہ تعالی کےپیدا کرنے سے جیسے کوئی مسلمان مرد کو دور کرنے کے لیے دوائی لیتا ہے اور کہتا ہے (اللہ شفا

دینے والا ہے) تو اس کے مرض کو دور کرنے کے لیے دوا کو سبب بنانا کوئی بھی عقلمند شخص اس کا انکار نہیں کرے گا اس کو سبب محض کا اعتقاد کرتے ہوئے

اسی طرح جب کوئی مسلمان اللہ تعالی کے بنائے ہوئے اسباب میں سے کسی سے مدد طلب کرے گا یا انسان سے مدد طلب کرے گا تو ہم پر واجب ہے مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھنا

اور استغاثہ استعانت استمداد (مدد طلب کرنا) یہ تمام چیزیں قران سے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور جو اس کا انکار کرے تو اس کا خود کا عمل اس کے مخالف ہے کیونکہ ہر انسان اپنی زندگی میں بہت سے لوگوں سے مدد طلب کرتا ہے بہت سی چیزوں سے اور کثیر الات سے بھی مدد طلب کرتا ہے پس لوگوں سے مدد طلب کرنا یہ مجازی سبب کے طور پر ہے اور اللہ تعالی سے مدد طلب کرنا یہ حقیقی طور پر ہے اور وہ ہر سبب کو پیدا فرمانے والا ہے

قرآن مجید سے ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَ تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰى ۖ وَ لَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ) المائدہ آیت 2

ترجمہ

(اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو)

یہاں پر اللہ تعالی نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم فرما رہا ہے جب مسلمان کثیر معاملات میں مدد کرنے سے مشرک نہیں ہوتے تم مدد طلب کرنے سے کیسے مشرک ہو جاتے ہیں کیا مدد کرنے میں اور مدد چاہنے میں ایسا کوئی سبب ہے جو شرک بنے؟

حضرت موسی علیہ السلام کی حکایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَ اجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ(29)هٰرُوۡنَ اَخِی(30)اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِیۡ(31)وَ اَشۡرِكۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ32) طٰہٰ آیت 29/30/31/32

ترجمہ

(اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے وہ کون میرا بھائی ہارون اس سے میری کمر مضبوط کر اور اُسے میرے کام میں شریک کر)

یہاں پر حضرت موسی علیہ السلام خود اللہ تعالی سے ا پنے بھائی کو ا پنے کاموں میں مددگار اور شریک بنانے کی التجاء فرما رہے ہیں

کیا یہ حضرت موسی علیہ السلام کا ا پنے بھائی سے مدد طلب کرنا نہیں ہے؟

حضرت ذوالقرنین رضی اللہ تعالی عنہ کی حکایت کرتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

(فَاَعِيۡنُوۡنِىۡ بِقُوَّةٍ اَجۡعَلۡ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ رَدۡمًا) الکھف آیت 94

ترجمہ

(تو تم میری مدد قوت کے ساتھ کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں)

حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم ترک سے مدد طلب کی تھی ا نکے کاریگروں اور ا نکے آلات کے ذر یعے سے سے بھی مدد طلب کی اور انہوں نے بہت مضبوط اور بہترین دیوار بنائ تاکہ وہ یاجوج ماجوج (یہ ایک قوم ہے جو قیامت جے قریب نکلے گی) کو روک دیں تو وہ دیوار دونوں اطراف مدد سے بنی تھی ایک طرف قوم ترک نے مدد کی دوسری طرف حضرت ذوالقرنین نے اسباب پیدا کرنے کی وجہ سے حالانکہ حقیقی مدد اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھی

حدیث پاک سے ثبوت

امام مسلم رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

(اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے (یعنی مدد کرتا ہے)

اور غور کرو یہاں کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقیقت اور مجاز کے بارے میں ایک ہی طرز پر آیا ہے اللہ کا بندے کی مدد کرنا یہ حقیقی ہے جبکہ بندہ کی بندے کی مدد کرنا یہ مجازی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے بندے کو بندے کے سبب کے لیے بنایا ہے

حدیث

اور راستہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک

(مظلوم کی مدد کرو اور بھٹکے ہوئے کو راہ بتاؤ)

یہاں مدد کی نسبت و اضافت بندے کی طرف کی گئ ہے اور مستحب ہے بندوں کی ایک دوسرے کی مدد کرنا اس باب میں احادیث و آثار بہت زیادہ ہیں اور ایسے ہی علماء کرام کے اقوال اتنے ہیں جس کو شمار نہیں کیا جاسکتا

سوال نمبر9

تبرّک کا حکم اور اسکے دلائل کیا ہیں ؟

جواب

اور تو جان لے کہ تبرک وہ متبرک چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے برابر ہے وہ کوئ چیز بھی ہو کتی ہے جگہ بھی ہو سکتی ہے کوئ مقدس ہستی بھی ہو سکتی ہے

کسی ذات سے مدد طلب کرنا

جب ہم کسی بندے سے مدد طلب کرتے ہیں تو

اس بندے کا اللہ کے نزدیک فضیلت اور قرب کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے اور ہم یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ نہ کسی کو بھلائ پہنچا سکتا ہے نہ ہی نقصان مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے

کسی چیز سے مدد طلب کرنا

ہم کسی چیز سے مدد طلب کرتے ہیں کیونکہ وہ نیک بندوں کی طرف منسوب ہوتی ہے ہے اور وہ ان کے شرف سے مشرف ہوتی ہیں اور یہ ان پاک اور مقدس ہستیوں کی وجہ سے عزت والی اور محبوب ہوتی ہیں

کسی جگہ سے مدد طلب کرنا

ہم جس جگہ سے مدد طلب کرتے ہیں محض خود اس جگہ کی تو کوئ فضیلت نہیں ہوتی مگر وہاں نیک لوگوں نے بسیرا (رہائش) فرمایا ہوتا ہے اور اس جگہ میں نیکی والے کام کیے ہوتے ہیں جیسے کہ نماز روزہ اور اس جیسی بہت سی

عبادات جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کرتے ہیں کیونکہ اس جگہ پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں ملائکہ وہاں حاضر ہوتے ہیں وہاں سکینہ اترتا ہے وہی وہ برکتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہم طلب کرتے ہیں جو جگہ مقصود ہیں ان جگہوں سے

تبرک قرآن و حدیث سے ثابت ہے

قرآن سے ثبوت

اللہ تعالی تابوت کی فضیلت کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

(وَ قَالَ لَہُمۡ نَبِیُّہُمۡ اِنَّ اٰیَۃَ مُلۡکِہٖۤ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ التَّابُوۡتُ فِیۡہِ سَکِیۡنَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوۡسٰی وَ اٰلُ ہٰرُوۡنَ تَحۡمِلُہُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ)البقرہ آیت 248

ترجمہ

(اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے (

یہ تابوت بنی اسرائیل کے پاس تھا اور وہ اس سے مدد طلب کرتے تھے اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے کیونکہ اس میں کچھ چیزیں تھیں اور یہی تو وہ تبرک ہے جس کا ہم ارادہ کرتے ہیں تابوت میں موجود چیزوں کو اللہ نے بیان فرمایا ہے اور کچھ بقیاں چیزیں ہیں.

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَ بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوۡسٰی وَ اٰلُ ہٰرُوۡنَ) البقرہ آیت 248

اور کچھ بقیہ چیزیں ہیں اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کی آل نے جو چیزیں چھوڑی تھیں اور جو حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے چیزیں چھوڑی ہیں وہ یہ ہیں حضرت موسی علیہ السلام کا عصاء مبارک اور ان کے کپڑوں کے ٹکڑے اور حضرت ہارون علیہ السلام کے کپڑے اور دونوں نبیوں کے جوتے مبارک اور تورات کی تختیوں کے ٹکڑے اور برتن تھے

جیسا کہ مفسرین نے مؤرخین نے ذکر فرمایا ہے جیسے کہ ابن کثیر امام قرطبی امام سیوطی اورامام طبرانی رحمھم اللہ نے بیان فرمایا ہے اور یہ کثیر معنوں پر دلالت کرتی ہے

1۔ نیک لوگوں سے وسیلہ طلب کرنے

2۔ انکی حفاظت کرنا

3۔ ان سے برکت حاصل کرنا

اور کبھی کافروں سے عذاب کو دور کر دیا جاتا ہے کہ ان میں موجود جو مومن عذاب کے مستحق نہیں ہیں ان کو عذاب نہ پہنچے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـٴُـوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍۚ-لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُۚ-لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا) الفتح آیت 25

ترجمہ

(اگر (مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتے جن کی تمہیں خبر نہیں (اور یہ بات نہ ہوتی) کہ تم انہیں روند ڈالوگے پھر تمہیں ان کی طرف سے لاعلمی میں کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے گی(تو ہم تمہیں کفارِ مکہ سے جہاد کی اجازت

دیدیتے۔ ان کا یہ بچاؤ) اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اگر مسلمان (وہاں سے)ہٹ جاتے تو ہم ضرور ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے)

لہذا اگر مکہ میں کافروں کے درمیان کمزور مومن موجود نہ ہوتے تو اللہ پاک ضرور انہیں عذاب دیتا لہذا کمزور مومنوں کی برکت سے کافر بھی عذاب سے امن میں ہیں اسی طرح حضت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ) المریم آیت 31

ترجمہ

(اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں)

حدیث مبارکہ سے ثبوت

امام بخاری رحمہ اللہ وضو کے بارے میں فرماتے ہیں

اللہ کی قسم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رینٹھ مبارک نہیں گری مگر جس پر بھی گری اس نے اپنی ہتھیلیوں سے منہ پر اور جسم پر مل لی

یہ مکمل حدیث نہیں ہے لیکن یہاں صرف اتنی ہی حدیث پاک ذکر ہوئ ہے

اس حدیث کی شرح میں امام حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اس حدیث سے رینٹھ کا پاک ہونا بالوں کا پاک ہونا اور نیک اور پاکیزہ بندوں کی اضافی چیزوں سے تبرک حاصل کرنا ثابت ہے

ایک اور حدیث ہے جس سے تبرک ثابت ہو رہا ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مدینہ شریف میں گیا اور میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملا انہوں نے مجھ سے کہا آپ میرے گھر چلیں میں آپکو اس برتن میں پانی پلاؤنگا جس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پانی نوش فرمایا تھا اور تم وہاں نماز پڑھنا جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں انکے ساتھ چلا گیا اور میں نے ستّو پیا اور میں نے کھجور کھائ اور وہاں نماز پڑھی جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن مبارک اور نماز مبارک کی جگہ سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں کثیر دلائل ہیں انبیاء کرام علیہم السلام سے نیک لوگوں سے متبرَک چیزوں سے برکت لینے میں جیسے کلام پاک اور دیگر نشانیاں وغیرہ

(◄°✦·····๑····MOحSIN KAMALIA····๑····✦°►)

سوال نمبر10

مسلمان کو کافر کہنے کا کیا حکم ہے؟ اور امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کا اس مسئلہ میں کیا موقف ہے؟

جواب

شرعی دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں جس نے شھادتَین کی گواہی دی وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا اسی وجہ سے اسکا مال جان عزت دوسروں پر حرام ہوگئ اور آخرت کا گھر مؤمنین کے لئے کیا ہی عزت کا گھر ہے مومن اس میں اپنے ایمان کے سبب نجات پائے گا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حدیث نبوی

پس بیشک اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام فرما دیا ہے جس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئ معبود نہیں) کہا ہوگا

اگرچہ مسلمان گنہگار ہو یا مستحق نار ہو اپنے گناہوں کے سبب پس وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ وہ کلمہ طیبہ اور کملہ توحید سے نفع حاصل کرے گا اور اسی کے سبب اور جہنم سے نجات پائے گا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حدیث نبوی

وہ شخص جہنم سے نکالا جائے گا جس نے یہ کہا ہوگا لا الہ الا اللہ اگرچہ اس کے دل میں دانے کے برابر بھی بھلائی ہوگی اور وہ شخص جہنم سے نکالا جائے گا جس نے یہ کہا ہوگا لا الہ الا اللہ اگرچہ اس کے دل میں رائی کے برابر بھلائی ہوگی اور وہ شخص بھی جہنم سے نکالا جائے گا جس نے یہ کہا ہوگا لا الہ الا اللہ اگرچہ اس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی ہوگی

علمائے کرام فرماتے ہیں جس کے لیے اسلام کا عقد ثابت ہو جائے وہ دائرہ سلام سے نہیں نکلتا مگر یقین کے ساتھ کسی مسلمان کو کافر کہنے سے بچنا چاہیے جب تک دن کے اندر چمکتے سورج سے بھی واضح دلیل موجود نہ ہو کیونکہ کثیر احکام مرتد ہونے کے اعتبار سے جاری ہوتے ہیں افراد کی حیثیت سے اور اجتماعات کی حیثیت سے امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں (جب تک کوئی واضح راستہ نہ ملے کسی کو کافر کہنے سے بچنا چاہیے کیونکہ کسی توحید کا اقرار کرنے

والے اور نماز پڑھنے والے کے خون کو مباح قرار دینا یہ بہت بڑی خطا ہے ایک مسلمان کو ناحق قتل کرنا ہزار کافروں کو چھوڑ دینے سے بھی بھاری ہے)

شریعت نے ہمیں بہت سخت طریقے سے ڈرایا ہے کسی مسلمان پر بغیر کسی دلیل کے کفر کا فتوی لگانے سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًاۚ-تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا٘-فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌؕ-كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْاؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا) النساء آیت 94

ترجمہ

(اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں ۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کرلو بیشک اللہ تمام اعمال سے خبردار ہے)

امام طبری رحمہ اللہ اس آیت (فَتَبَیَّنُوْا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں بعض رہو اس شخص کو قتل کرنے سے جس کا معاملہ تم پر مشکل ہو یعنی تم نہیں جانتے اس کے مسلمانوں کو اور اس کے کفر کو اور جلدی نہ کرو کسی کو قتل کرنے میں جس کا معاملہ تم پر مشکوک ہو اور کسی بھی شخص کو قتل کرنے کی طرف نہ بڑھو جس کے بارے میں تمہیں علم نہ ہو ہاں مگر جب یقین ہو کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی ڈرایا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

حدیث نبوی

جو بھی اپنے بھائی کو کافر کہہ کر پکارے تو کفر ان دونوں نیں سے کسی ایک کی طرف لوٹے گا

اور دوسرے الفاظ کچھ اس طرح ہیں

حدیث نبوی

جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا پھر یہ کہا کہ اے اللہ کے دشمن اور وہ ایسا نہیں تھا تو یہ کفر اسی کی طرف لوٹے گا اور صحیح بخاری میں لفظ کچھ اس طرح ہیں ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہو گیا

ان حدیث اور ان جیسی اور احادیث میں کسی کو کافر کہنے میں جلدی کرنے سے ڈرانے پر بہت بڑی وعیدیں ہیں

حدیث

امام طحاوی وہ ابو حنیفہ سے وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے روایت فرماتے ہیں کوئی بھی شخص امام سے خارج نہیں ہوتا مگر کہ اس کا انکار کریں جس کے ذریعے وہ دراصل میں داخل ہوا (یعنی کلمہ شہادتین کا) پھر جب اس کے مرتد ہونے کا یقین ہو تو حکم لگاؤ اگر اس میں شک ہو تو اس پر حکم نہ لگایا جائے کیونکہ اسلام ایک ثابت دین ہے یعنی بلند مرتبہ والا دین ہے اور یہ شک سے زائل نہیں ہوتا اسی لیے علماء کے لیے ضروری ہے جب اس طرح کا معاملہ ائے تو کسی مسلمان کو کافر کہنے میں جلدی نہ کریں ہاں اگر کسی کے مسلمان ہونے کے بارے میں پتہ چل جائے تو اس کی خبر دے دی جائے

کسی مسلمان کو کافر کہنا اس کے خون اور مال کو مباح ہونے کی طرف لے جاتا ہے لہذا اس میں غور و فکر کرنا ضروری ہے اور زبان کا روکنا بھی ضروری ہے جس نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مگر اس کا کوئی خلاف نہ کیا ہو کیونکہ کافر کہنے میں خطرہ ہے جبکہ خاموش رہنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ کا موقف

اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کرام نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں (99) ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اہتمام اسلام کا ہو تو اس کے اس کلام کو اسلام پر محمول کیا جائے گا جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہو

ملا علی قاری رحمۃ اللہ (الفقہ الاکبر) میں بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے فقہاء نے بیان فرمایا ہے جب کسی مسئلہ میں ننانوے (99) احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال کفر کی نفی کر رہا ہو تو مفتی اور قاضی کے لیے ہے کہ وہ اس کلام کو نفی والے احتمال پر محمول کرے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ نے اپنی تصانیف (خلاصتہ الفتاوی؛ جامع فصولین؛ محیط برھانی؛ فتاویٰ ہندیہ) میں نقل فرماتے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں کفر کو ثابت کرنے والی کئی وجوہات ہوں اور ایک وجوہات کفر سے منع کرنے والی ہو تو قاضی اور مفتی کے لیے یہ ہے کہ وہ اس ایک وجہ کی طرف توجہ کرے اور کفر کا حکم نہ دے مسلمان پر حسن ظن کرتے ہوئے پھر اگر کہنے والی کی نیت وہی تھی جو وجہ تکفیر سے منع کر رہی ہو اور اگر اس کی نیت یہ نہ تھی تو مفتی اور قاضی کا اس کو کافر نہ کہنا اس کے کلام کی وجہ سے اسے کوئی نفع نہ دے گا (یعنی وہ کافر ہی ہوگا اگر کلام میں نیت گستاخی کی تھی تو)

ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے اور درود ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپ کے صحابہ پر اور اپ کی آل مبارک پر

(◄°✦·—๑·⋯MOحSIN KAMALIA⋯·๑—·✦°►)

سوال نمبر11

عام قبروں کی زیارت کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرنے کا کیا حکم ہے ؟ اور کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور اور دیگر صالحین کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے؟

جواب

اس میں علماء کرام کا کوئ اختلاف نہیں کہ مردوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا یہ مستحب ہے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حدیث نبوی

میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا پس تم اب زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں

حضور علیہ الصلوۃ والسلام خود جنت البقی میں قبروں کی زیارت کے لیے جاتے تھے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے تھے

حدیث نبوی

السلام علیکم اے مومنین کے گھر میں رہنے والوں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ تمہیں مل گیا ہے اور کچھ کل مل جائے گا اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور تم سے ملنے والے ہیں اللہ تعالی اہل بقیع والوں کی مغفرت فرمائے

جمہور مذہب کے مطابق عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے

حدیث نبوی

حضور کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائ ہے

کیونکہ عورتوں کے دل جو ہے نا نرم ہوتے ہیں چیخ وپکار زیادہ ہوتی ہے اور مصیبتوں پر صبر کم ہوتا ہے اور وہاں گمان ہوتا ہے کہ رونا شروع کر دیں گی اور ان کی اواز بلند ہوگی کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے (یعنی چھپانے والی چیز)

بہر حال نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی قبر انور کی طرف سفر کرنا یہ بڑے مستحبات میں سے ہے بلکہ قریب الواجب ہے (واجب کے قریب) بعض لوگوں نے حدیث پاک سمجھنے میں غلطی کی ہے (کہ تم سفر نہ کرو مگر ان مسجدوں کے علاوہ مسجد حرام مسجدِ نبوی مسجدِ اقصیٰ)

کچھ لوگ اس سے دلیل پکڑتے ہیں ذوق کی قبر انور کی طرف سفر کرنے کے حرام ہونے پر اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اس مقصد سے سفر کرنا یہ گناہ کا کام ہے ان کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ اس کی بنیاد یہ باطل ہے جیسا کہ تم حدیث کو دیکھ رہے ہو حدیث کسی اور باب میں ہے اور استدلال کسی اور باب میں

بے شک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ قول مبارک (تم سفر نہ کرو مگر ان تین مساجد کی طرف) استثنا کے طریقے پر آیا ہے اور یہ اسلوب تقاضا کرتا ہے کہ مستثنیٰ کے ساتھ مستثنیٰ منہ بھی ہو پاس جو مستثنی ہے وہ اللہ کے بعد ہوگا اور مستثنی منہ الا سے پہلے ہوگا جب کہ ہم مستثنیٰ منہ مذکور ہے اور مستثنیٰ مقدر (چھپا ہوا) ہے اور یہ قاعدہ نحو کی بڑی بڑی کتابوں میں موجود ہے

اور جب ہم نے حدیث میں غور کیا تو ہم نے مستثنی صریح طور پر پا لیا اس قول میں (الاثلاثۃ مساجد) اور ہم نے مستثنی منہ کو نہیں پایا لہذا اس کو مقدر ماننا ضروری ہے

اور الحمدللہ ہم نے حدیث کے معتبر روایات میں مستثنی منہ کی تشریح پا لی ہے اور ان میں سے ایک روایت وہ ہے جسے امام احمد بن حنبل نے شہر بن حوشب سے روایت فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ کو فرماتے سنا میں نے ان کے پاس ان کی مسجد میں نماز پڑھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا

حدیث نبوی

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی سفر کرنے والے کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے ارادے سے سفر کرے مگر تین مسجدوں کے علاوہ مسجدِ حرام مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد (مسجد نبوی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شہر بن حوشب کی حدیث حسن ہوتی ہے اگرچہ بعض میں اسکو ضعیف کہا گیا ہو

حدیث نبوی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد (مسجد نبوی) تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مسجدوں میں آخری ہے یہ مسجد زیادہ حقدار ہے کہ اسکی زیارت کی جائے اور تم سفر کرو مسجد حرام اور میری مسجد کی طرف میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں ہزار نماز پڑھنے کے برابر ہے سوائے مسجد حرام کے (یعنی اس بھی ایک نماز ہزار نماز کے برابر ہے)

پس یہ کلام مساجد کے بارے میں ہے تاکہ امت کے لیے بیان کر دیا جائے ان تین مسجدوں کے علاوہ جتنی مساجد ہیں تمام برابر ہیں اس لیے دوسری کسی مسجد کی طرف سفر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بہرحال ان تینوں کی فضیلت باقی تمام مساجد سے زیادہ ہے اس حدیث میں قبروں کا ذکر داخل ہی نہیں ہے پس جو اس حدیث میں قبروں کو داخل کرے تو یہ حضور الصلوۃ والسلام پر جھوٹ باندھنے کی ایک قسم ہے حالانکہ قبروں کی زیارت مطلوب ہے بلکہ کثیر علماء کرام نے اسے مناسک حج کے باب میں مستحب قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں کئیٔ حدیثیں ہیں ہم چند ذکر کرتے ہیں

حدیث نبوی

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئ

حدیث نبوی

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو میری زیارت کے لیے آیا اور وہ نہیں جانتا کہ اس کی حاجت کیا ہے مگر میری زیارت کرنا تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کے لیے شفاعت کروں

حدیث نبوی

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری وفات (ظاہری) کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے مجھے زندگی میں دیکھا

حدیث نبوی

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے میری زندگی میں زیارت کی

خلاصہ کلام

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق کئی احادیث ہیں اور ہر حدیث ایک دوسرے کو قوی بناتی ہے جیسا کہ امام مناوی نے الحافظ ذھبی سے (فیض القدیر) میں نقل فرمایا ہے اور خاص طور پر ان احادیث کے بارے میں بعض علماء کرام نے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے اور بعض نے نقل ہونے کی صراحت کی ہے جیسا کہ سبکی اور ابن سکن اور عراقی اور قاضی ایاز نے (الشفاء) میں اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ان کتب کی شرح میں فرمایا ہے جیسا کہ امام خفاجی انہوں نے (نسیم الریاض) میں فرمایا ہے یہ تمام کے تمام حافظ حدیث ہے اور معتبر ائمہ میں سے ہیں

اور اتنا ہی کافی ہے کہ اسے ائمہ اربع (امام اعظم ابو حنیفہ ۔ امام شافعی۔ امام مالک ۔ امام احمد بن حنبل) رحمھم اللہ علیہ اور دیگر علماء کرام نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر انور کی زیارت کو مستحب کہا ہے جیسا کہ ان کے شاگردوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور یہ بات احادیث کے صحیح اور قابل قبول ہونے کے لیے ہے کیونکہ حدیث جو ضعیف ہوتی ہے عمل کے ذریعے یا فتوی کے ذریعے اس کی تائید ہو جاتی ہے جیسا کہ محدثین کے قواعد میں یہ بات موجود ہے

(◀°✦·····෧····MOحSIN KAMALIA····෧····✦°▸)

سوال نمبر 12

صوفیا کے طریقے پر چلنے کا کیا حکم ہے اور صوفیاء کے اتنے طریقے کیوں ہیں؟ اور جب تقوی ذکر اور دوسروں سے اچھا سلوک کرنا ہی تصوف ہے تو ؟ اور ہر مسلمان ان طریقوں کی معرفت کے بجائے اپنے نفس کو کتاب اللہ اور سنت کے مطابق کیوں نہیں بناتا؟

جواب

صوفیا کے طریقے بہت زیادہ ہیں ان میں سے جو طریقہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوگا وہ قابل قبول ہے جو اس کے خلاف ہوگا اسے رد کر دیا جائے گا

تصوف کی تعریف

تصوف کی اصل یہ ہے کہ انسان کی تربیت اس انداز سے کرنا کہ وہ احکام شرعیہ کو درست طریقے سے اپنا سکے اور اپنے آپ سے برے اخلاق دور کرے اور اچھے اخلاق اپنا سکے

اور بعض نے تصوف کی یہ تعریف کی ہے کہ اپنے علم پر عمل کرنا یہی تصوف ہے

اور بعض نے تصوف کی تعریف یہ کی ہے کہ برے اخلاق کو چھوڑ دینا اور اچھے اخلاق کو اپنا لینا یہی تصوف ہے

بڑے صوفیوں میں سے صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ کسی بھی صوفی کا حال اور اس کی گفتگو اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک اس کی صورت کتاب اللہ اور سنت کے مطابق نہ ہوگی کچھ لوگ ان قواعد سے علیحدہ ہو گئے انہوں نے ایسے قواعد اپنائے جس کا اللہ تعالی نے ارشاد (حکم) نہیں فرمایا یہ جو عیب ہے یہ باعل میں انے والے صوفیا پر ہوگا نہ کہ صادقین پر جو اہل تصوف میں سے ہیں کوئی بھی اسلامی جماعت تھی تو اس سے کچھ نہ کچھ لوگ علیحدہ ضرور ہوئے ہیں لہذا گنہگار کے گناہ کو نیک لوگوں پر ڈالنا یہ جائز نہیں ہے
اور اس زمانے میں صوفیا کے تصوف پر دو گروہوں کی طرف سے ظلم کیا گیا ہے

پہلا

پہلا گروہ وہ جنہوں نے خود کو صوفیا کہلوایا اور ایسے برے کام کیے جو شریعت کی طرف سے جائز نہیں تھے

دوسرا

اور دوسرا گروہ وہ لوگ جنہوں نے چند صوفیا کرام کو دیکھا تو نیک اور بروں کو ایک ساتھ ملا دیا

بے شک اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

(وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی) الفاطر آیت 18

ترجمہ

(اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی)

اس میں کوئی شک نہیں ہے موجودہ زمانے میں ایسی جماعت بھی ہے جو شریعت کے مطابق ہے پس جس نے اس کی تلاش کی اور اس نے اسے ڈھونڈ لیا تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تو جو اس کو نہ ڈھونڈ پایا اسے چاہیے کہ وہ احکام شریعت کے احکام پر عمل کرے اور ان سلسلوں سے اسے مستغنی کر دے

بہرحال جو رہنما ہوتا ہے وہ مریض کی حالت کے مطابق یا اس کی حالت کو دیکھ کر یا جو مرید یا طالب علم اتے ہیں ان کی حالت کے مطابق ایک راستہ معین کرتا ہے یہ حضور کی نصیحتوں میں سے تھا کہ ہر انسان کو اس کی حالت کے مطابق اس کی رہنمائی کی جائے تاکہ وہ اللہ تعالی کے قریب ہو جائے کیونکہ ہر شخص کی حالت ایک جیسی نہیں ہے سب کی مختلف ہے

پس ایک شخص حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی چیز کے بارے میں خبر دیجئے جو مجھے اللہ کے غضب سے بچا لے

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تو غصہ نہ کر

ایک اور شخص حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی چیز کے بارے میں خبر دیجئے جو مجھے اللہ کے قریب کر دے

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے(ہر وقت اللہ کا ذکر کرتی رہے)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ ایسے تھے جو رات کو کثیر قیام کرتے تھے اور کچھ وہ تھے جو کثرت سے قران مجید کی تلاوت کرتے تھے اور کچھ کثرت سے جہاد کرتے تھے اور کچھ کثرت سے ذکر کرتے تھے اور کچھ کثرت سے صدقہ کرتے تھے

اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسری عبادات کو چھوڑ دیا جائے یہاں صرف کثرت سے ایک معین عبادت کی جاتی ہے جس کے ذریعے بندہ اللہ تعالی تک پہنچ جائے اس کی بنیاد جنت کے کثیر دروازے ہیں لیکن انتہا میں دیکھا جائے اگر چہ دروازے متعدد ہیں لیکن جنت میں داخلہ ایک دروازے سے ہی ہوگا

حدیث نبوی

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان علیشان ہے ہر عمل کرنے والے کے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اسے اس کے عمل کی وجہ سے اس میں سے بلایا جائے گا جب کہ روزے دار کے لیے الگ دروازہ ہے جس سے (الریّان) کہا جاتا ہے

اسی طرح تصوف کے سلسلے کثیر ہیں لیکن داخل ہونے کا طریقہ ایک ہی ہے استاد یا شیخ اور مرید نفس کے اعتبار سے کچھ وہ ہیں جو روزوں کا بہت اہتمام کرتے ہیں کچھ وہ ہیں جو کثرت سے قرآن مجید پڑھتے ہیں کچھ وہ ہیں جو روزوں کو بھی نہیں چھوڑتے نہ قرآن کی تلاوت کو

علیہ اور اخر میں ہم جواب دیں گے اس کو جو یہ کہتا ہے کہ ہم براہ راست قرآن و سنت سے نفس کو پاک کرنے کا طریقہ جان لیتے ہیں ہمیں ان تصوف کے سلسلوں کی کیا ضرورت ہے دیکھنے میں یہ کلام بہت اچھا ہے اس کی حقیقت حق سے دور ہے کیونکہ ہم نے نماز کے ارکان اس کی سنتیں اس کے مکروہات قرآن مجید اور سنت کو پڑھنے کے ساتھ معلوم کیے ہیں جانے ہیں بے شک ہم نے اسے اس علم سے سیکھا ہے جسے علم فقہ کہتے ہیں اور اس کو بھی علماء کرام نے تصنیف کیا ہے اور یہ تمام کے تمام احکام قرآن و سنت کے مطابق ہیں

اسی طرح کئی چیزیں ایسی ہیں جو قرآن و سنت میں نہیں ہیں لہذا ان کے لیے کسی شیخ کامل کی بارگاہ میں حاضر دینا ضروری ہے وہاں کتاب پر اکتفا کرنا کافی نہیں ہوگا جیسا کہ علم تجوید اور ایسے علم تصوف وہ علم ہے جس کو علماء کرام نے وضع کیا ہے سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالی عنہ کے چوتھی صدی ہجری کے زمانے میں جو آج تک جاری ہیں

(◄°✦·┈๑⋅⋯ MOحSIN KAMALIA ⋯⋅๑┈·✦°►)

سوال نمبر13

کیا کچھ نیک لوگوں کی زندگی میں بھی کرامات ہوتی ہیں اور کیا ان کے دنیا سے برزخ کی طرف جانے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں ؟

جواب

جی ہاں ہم ہر یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اولیاء کرام کی کرامات حق ہیں یعنی جائز ہے کہ کرامات کا ہونا یہ ان کے زندگی اور ان کے وفات کے بعد بھی واقع ہوتے ہیں کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرے گا مگر وہ شخص جو عقل کا اندھا ہو اور جس کی عقل خراب ہو اور کرامات کے واقع ہونے کی پہل قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے قرآن میں

(فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًاۙ-وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّاؕ-كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَۙ-وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًاۚ-قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَاؕ-قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ-اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ) العمران آیت 37

ترجمہ

(تو اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول کیا اور اسے خوب پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا نگہبان بنا دیا، جب کبھی زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس پھل پاتے۔ (زکریا نے) سوال کیا، اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے)

اس کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کے پاس گرمیوں میں سردیوں کے اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل ہوتے تھے یہ پھل ان کے پاس کسی معروف طریقے کے بغیر آتے تھے یہی کرامت ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالی نے حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہ کو عزت بخشی ہے اور اللہ تعالی حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہ کے حق میں ارشاد فرماتا ہے

(وَهُزِّيٓ إِلَيۡكِ بِجِذۡعِ ٱلنَّخۡلَةِ تُسَٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبٗا جَنِيّٗا) المریم آیت 25

ترجمہ

(اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ، وہ تم پر عمدہ تازہ کھجوریں گرائے گا)

اور اسی میں سے اصحاب کہف کا واقعہ بھی ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے وہ 309 سال سوتے رہے نہ وہ کھانا کھاتے اور نہ ہی پانی پیتے ہیں اللہ تعالی ان کی کروٹیں بھی بدلتا رہا تاکہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو اور اللہ نے سورج کو ایسے بنایا کہ وہ طلوع غروب کے وقت اس جگہ پر نہیں پہنچتا تھا جہاں وہ موجود تھے تاکہ سورج کی روشنی سے ان کو تکلیف نہ ہو اسی طرح اللہ تعالی نے قران میں حضرت خضر علیہ السلام کی کرامات کو بھی بیان فرمایا ہے اور اسی میں سے ایسے کرامات جو صحابہ کرام تابعین اور ان کے بعد والے نیک لوگوں سے ہم تک پہنچی ہیں تواتر کے ساتھ

امام بخاری نے اپنی کتاب میں روایت فرمایا ہے کہ حضرت سیدنا خبیب رضی اللہ تعالی عنہ وہ بغیر موسم کا پھل کھاتے تھے حالانکہ وہ مکہ میں قید تھے اور بیڑیوں سے باندھے ہوئے تھے اور مکہ میں ان دنوں میں پھل موجود بھی نہیں تھے تو وہ اللہ ہی کا رزق ہے جو اللہ نے ان کو دیا تھا تو یہ بھی ان کی کرامت ہے

اسی طرح امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے مزید مروی ہے کہ سیدنا عاصم رضی اللہ تعالی عنہ کو جب مشرکین نے شہید کیا تو انہوں نے ایک جسم سے ایک ٹکڑا اتارنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالی نے بے شمار شہد کی مکھیوں کو بھیجا جنہوں نے ان کو گھیر لیا اور یہ عاصم رضی اللہ تعالی عنہ کہ کرامت ہے

اسی طرح سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اسید بن حدیر اور عباد بن بشر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندھیری رات میں موجود تھے وہ حضور کے پاس بیٹھے رہے گفتگو کرتے رہے پھر جب وہ نکلے تو ان دونوں میں سے ایک اثار روشن ہو گیا تو وہ اس کی روشنی میں چلنے لگ گئے جب دونوں کے راستے الگ الگ ہوئے تو دونوں کا اسان روشن ہو گیا تو اس کی روشنی میں چلنے لگ گئے اس حدیث کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے

اولیاء کی کرامت گنتی میں بھی نہیں اتی ہیں کچھ وہ تھے جو اگ میں داخل ہوئے تو اگ نے ان پر کوئی اثر نہ کیا اور کچھ وہ تھے جن کے ہاتھوں مردہ زندے ہوئے اور کچھ وہ تھے جو بہت جلدی سفر طے کر لیتے تھے اور کچھ وہ تھے جو پانی اور ہواؤں میں چلتے تھے اور کچھ وہ تھے جن کے جن اور دیگر لوگ اطاعت کرتے تھے

تنبیہ

خلاف عادت کا مگر کسی کافر یا فاسق کے ہاتھ سے ظاہر ہو تو وہ استدراج کہلاتا ہے اور اگر اللہ کہ ولی سے ثابت ہو یا کوئی ایسی بات صادر ہو تجھ سے کرامات کہتے ہیں

سوال نمبر 14

مردے کے لیے قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کرنے کا کیا حکم ہے ؟ کیا اسکا اسے ثواب پہنچتا ہے ؟

جواب

احناف شوافعہ حنابلہ کے جمہور فقہا کرام مردے کے لیے

قران کی تلاوت کو مستحب قرار دیتے ہیں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث مرفوع روایت ہے

حدیث نبوی

جو قبرستان داخل ہوا اور وہ وہاں سورہ یاسین پڑھی تو اس دن کے لیے قبر والوں کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی اور اس پڑھنے والے کے لیے مردوں کی تعداد کے مطابق نیکیاں ہوں گی

اور امام احمد امام ابو داؤد اور ابن ماجہ نے معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے

حدیث نبوی

حضور نے فرمایا کہ اپنے مردوں کے پاس سورہ یاسین کی تلاوت کیا کرو

علماء کرام فرماتے ہیں یہ حدیث مطلق ہے یہ موت کے وقت اور موت کے بعد دونوں صورتوں میں قران پڑھنے والوں کو شامل ہوگی

اسی طرح امام کے طبرانی امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر سے حدیث مرفوع روایت کی

حدیث

کہ جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس سے روکے نہ رکھو اسے جلدی جلدی قبر کی طرف لے جایا جائے اور اس کے سر کے پاس سورہ فاتحہ کی تلاوت کی جائے اور اس کے پاؤں کے پاس سورہ بقرہ کا آخر پڑھا جائے

علماء کرام فرماتے ہیں کہ بزرگان دین میں سے ایک جماعت وصیت کرتی تھی کہ ان کی قبروں کے پاس قرآن کی تلاوت کی جائے ان میں سے ابن عمر بھی ہیں کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر کے پاس سورہ بقرہ کا پہلا اور اخری رکوع پڑھا جائے انصار میں سے جب کوئی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کے پاس بکھر کر قرآن کی تلاوت کرتے اور علماء نے بیان کیا ہے کہ انسان کے لیے اپنے کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز ہے چاہے وہ نماز ہو یا قران کی تلاوت ہو یا اس کے علاوہ کوئی نیک عمل ہو اس بات پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو دار قطنی نے روایت کی کہ ایک شخص ایا اور اس نے عرض کی

حدیث نبوی

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین تھے ان کی زندگی میں میں ان کے ساتھ بھلائی کرتا تھا تو ان کے مرنے کے بعد میں ان کے ساتھ کیسے بھلائی کروں تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا دنیاوی زندگی کے بعد دوسری نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھ اور اپنے روزے کے ساتھ انکا بھی روزہ رکھ

جن علماء کرام نے قرآن کی تلاوت کو مستحب اور جائز قرار دیا ہے انہی کا مذہب زیادہ قوی ہے یا یہاں تک کہ بعض علماء کرام نے اس مسئلے کو اجماعی مسئلہ ذکر کیا ہے اور اس کی صراحت بھی کی ہے جن علماء کرام نے اس اجماع کو ذکر کیا ہے انہی ان میں سے ایک امام ابن قدامہ حنبلی بھی ہے کہ انہوں نے فرمایا بندہ کوئی بھی نیکی کرے اور اس کا ثواب مسلمان میت کو پہنچائے اگر اللہ نے چاہا تو اس کا نفع ہوگا یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ بعض علمائے کرام نے فرمایا جب میت کے پاس قرآن کی تلاوت کی جائے تلاوت کا ثواب اس تک پہنچایا جائے تو پڑھنے والے کو بھی ثواب ملے گا میت ایسے ہوگی کہ گویا کہ وہ اس کے سامنے حاضر ہے تو اس کے اس کے لیے رحمت کی امید ہے اور ہمارے لیے بھی جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا یہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے بے شک علماء کرام ہر زمانے اور ہر علاقے میں جمع ہوتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور بغیر کسی اعتراض کے اس کا ثواب مردوں کو پہنچا دیتے ہیں اسی طرح شیخ عثمانی دمشقی شافعی نے بھی اس اجماع کو ذکر کیا ہے اور ان کی عبارت یہ ہے اس پر

اجماع ہے کہ استغفار دعا ہے صدقہ حج اور غلام ازاد کرنا یہ تمام چیزیں میت کو نفع دیتی ہیں اور میت کو اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے اور قبر کے پاس قران کی تلاوت کرنا مستحب ہے

اور علماء کرام نے بھی میت کو قرآن کا ثواب پہنچنے کی صراحت کی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ میت کی طرف سے حج کیا جائے کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے کیونکہ حج بھی نماز پر مشتمل ہیں اور نماز میں سورہ فاتحہ اور دیگر سورتیں پڑ ھی جاتی ہیں جب تمام کا ثواب پہنچ جاتا ہے تو کچھ کا ثواب بھی تو پہنچ سکتا ہے تو تلاوت قرآن قران کا ثواب خصوصی طور پر اللہ کی اجازت سے میت کو پہنچ جاتا ہے جب پڑھنے والا یہ دعا کرے کہ اللہ تعالی اس کی تلاوت کے مطابق میت کو بھی ثواب دے

خلاصہ بحث

میت کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے لیے جمع ہونا یہ ختم قرآن کرنا یا اپنے کسی بھی نیک اعمال کا ثواب میت کو پہنچانے سے منع کرنے والی شرعی طور پر کوئی دلیل نہیں ہے برابر ہے کہ وہ پڑھنا اس اس موت کے وقت یا موت کے بعد ہو گھر میں ہو یا مسجد میں ہو قبر کے پاس ہو یا قبر کے علاوہ اس باب میں کئی احادیث ہیں جو موت کے وقت اور بات کو بھی شامل ہیں اس مسئلے میں علماء کرام کی بڑی جماعت نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ان میں سے امام خلال حنبلی متوفی کی وفات 311 ہجری میں ہوئی اور حافظ شمس الدین مقدسی حنبلی اور سید عبداللہ غازی یہاں تک کے بعد علماء کرام نے بغیر انکار کے اس کے جائز ہونے پر نقل کیا ہے

(◀°✦·····๑····· MOحSIN KAMALIA ····· ๑·--·✦°▶)

سوال نمبر15

کثیر لوگ مسلمانوں کے بہت سارے کاموں کو شدت کے ساتھ ناجائز قرار دیتے ہیں اس دلیل کے ساتھ کہ یہ کام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نہیں کیا حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کا کسی کام کو چھوڑنا اس کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتا ہے؟

جواب

حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رحمہ اللہ (اذاقۃ الاثام لمانعی عمل الولد والقیام) میں فرماتے ہیں صرف کسی کام کو چھوڑ دینا اور اس کو نہ کرنا اس کے مکروہ ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ کبھی کبھی کسی اور وجہ سے بھی کوئی کام چھوڑ دیا جاتا ہے

اور امام احمد رضا خان اپنے والد صاحب کی اس کتاب کے حاشیہ پر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کسی کو کسی کام کو چھوڑ دینا جب تک وہ اس سے بچے یا جان بوجھ کر نہ کرنے کو ثابت کرے یہ بندوں کے افعال میں سے قطعاً نہیں ہے اور نہ ہی یہ انسان کی قدرت کے تحت داخل ہے تو اس میں اتباع کیسے ہو سکتی ہے

امام سرخسی (اصول سرخسی) میں فرماتے ہیں کام کی دو قسمیں ہیں 1.اخذ 2.ترک

ان دونوں میں سے پہلی قسم وہ ترک ہے اس کی اتباع کرنا ہم پر ضروری نہیں ہے مگر دلیل کے ساتھ تو یہ دوسری قسم میں سے ہوگی

امام ابن قدامہ اپنی کتاب مغنی میں لکھتے ہیں حضور علیہ السلام کا کسی کام کو چھوڑنا مکروہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا حضور جس طرح کسی مباح کام کو کرتے تھے اسی طرح کوئی مباہ کام چھوڑ بھی دیتے تھے

امام ابن دقیق العید (احکام) میں فرماتے ہیں حضور کا کسی کام کو چھوڑنا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں ہے

تو ثابت ہو گیا کہ حضور کا کسی کام کو چھوڑ دینا وہ اس کام کے ناجائز ہونے پر دلالت نہیں کرتا جب تک نہیں وارد نہ ہو یہی وہ اصول ہے جس کو علماء نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ کسی کام کو چھوڑ دینا اس کے حرام ہونے کی

دلیل نہیں ہے یہی صحیح سمجھ ہے جس کو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھا اور یہی متقدمین اور متاخرین علماء کے نزدیک ثابت ہے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا کسی حکم کے بعد افراد پر عموما شمولی یا عموم بدلی کے طور پر عمل کرنا اس عموم کو خاص نہیں کرتا اور مطلق کو مقید نہیں کرتا جبکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے علاوہ چیزوں سے منع نہ فرمایا ہو یہی صحیح اور روشن سمجھ ہے جس نے حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ کو سورہ فاتحہ کے ذریعے دم کرنے پر ابھارا حالانکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پہلے دم کرنے کی اجازت نہیں دی تھی اور نہ ہی خاص طور پر اس کے بارے میں کوئی روایت تھی اور نہ ہی قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعے مریضوں پر دم کرنے کا کوئ معمول تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں خبر دی گئ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا انکار بھی نہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس معا ملے کو بدعت شمار نہیں کیا ہاں بلکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو اچھا اردوست قرار دیا ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ انکے لئے یہ فرمایا تمہیں کس نے یہ بتایا یہ حدیث متفق علیہ ہے اور صحیح بخاری میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تم نے درست کیا

یہ بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ممبر پر خطبہ نہیں پڑھا بلکہ ٹہنی کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا تھا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہ بھی نہیں سمجھا کہ یہ بدعت حرام ہے بلکہ صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے ممبر تیار کروایا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسا کام کرے جس کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حرام کیا ہو معلوم ہو گیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کو چھوڑنے کو صحابہ بدعت شمار نہیں کرتے تھے

حدیث

حضرات رفاع بن رافع زرقی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ تو پیچھے ایک شخص نے بھی کہا ربنا ولک الحمد حمدًا کثیرًا طیباً مبارکاً فیہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز مکمل کی تو فرمایا یہ کس

نے کہا ایک شخص نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کر
سکدے میں دیکھ رہا ہوں کہ 30 سے زائد ملائکہ ہیں جو تمہارا نامہ اعمال لکھنے میں سبقت لے رہے ہیں

غور کرو کہ حضور نے نماز میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ (ولک الحمد حمدًا کثیرًا طیباً مبارکاً فیہ) نہیں کہا اور اس صحابی نے یہ بھی نہیں سمجھا کہ صرف حضور کا نماز میں کسی دعا کو چھوڑ دینا اس کے ناجائز ہونے کو ثابت کرتا اگر ایسا ہوتا تو وہ ایسے کام کو نہ کرتا جس کے حرام انہیں کا وہ گمان کرتا ہے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقے کو برا بھی نہیں کہا اور ایسا بھی نہیں کہا کہ تم نے یہ اچھے کلمے بولے ہیں لیکن آئندہ نہ کرنا اور نہ ہی نماز میں کوئی اور دعا کرنے سے منع کیا ہے جیسا کہ ہم جا نتے ہیں کہ بیان حاجت کے وقت نہ کرنا جائز نہیں ہے

اسی طرح سیدنا بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام وضو کے بعد دو رکعتیں نا پڑھتے تھے اس سے ناجائز نہیں سمجھتے تھے بلکہ بلال تو ایسا کرتے تھے انا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ایسا نہیں کرتے تھے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے سوال کیا بلال مجھے بتاؤ اپنے سب سے بہترین عمل کے بارے میں جو تم مسلمان ہو کر کرتے ہو میں نے جنت میں تمہارے پاؤں کی آواز سنی ہے تو حضرت بلال نے کہا میں ایسا بڑا عمل تو نہیں کرتا اور زیادہ پاکیزگی حاصل نہیں کرتا چاہے رات ہو یا دن ہو مگر یہ کہ میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس کے ساتھ فوراً دو رکعت پڑھتا ہوں ہم جا نتے ہیں کہ وضو کے بعد دو رکعتیں پڑھنا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار کے بعد سنت ہیں لیکن ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سمجھ سے استدلال کرتے ہیں کہ وہ نماز میں کئی دعاؤں کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور ایسے اوقات میں بھی نماز کو جائز سمجھتے ہیں جس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز نہ پڑ ھی ہو اور ہم اس سے استدلال کرتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کام سے منع نہیں کیا اچھا اور مستقبل میں یہ کام کرنے سے بھی منع نہیں کیا جو ہم نے پڑھ لیا ہے اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حتی کہ تینوں بہتر زمانوں میں کسی کا کوئی کام چھوڑ دینا اس کو ارام مکروہ اور ناجائز نہیں کرتا یہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور کے زمانے میں

سمجھا اور حضور نے صحابہ کی سمجھ کا انکار بھی نہیں کیا اور بعد والے علماء کرام نے بھی یہی سمجھا اللہ پاک ہے اور وہ زیادہ جانتا ہے

(◄°✦·┈๑⋅⋯ MOحSIN KAMALIA ⋯⋅๑┈·✦°►)

سوال نمبر16

صحابہ کرام علیہم رضوان کے باہمی معاملات کے بارے میں اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں مسلمانوں کو کیا عقیدہ رکھنا ضروری ہے؟

جواب

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم اہل سنت والجماعت والے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو ان تمام معاملات میں حق پر مانتے ہیں اور ہم انہی کو افضل اور اعلیٰ جانتے ہیں ان سے جن کے ساتھ ان کے معاملات ہوئے لیکن جن کے ساتھ ان کے معاملات ہوئے ہم ان کے بارے میں برا گمان نہیں رکھتے بلکہ ہم ان کے بارے میں اپنی زبانوں کو خاموش رکھتے ہیں اور ان کے جو شریعت میں مرتبے ہیں ہم ان کو انہی میں رکھتے ہیں نفس کی خواہشات کی وجہ سے ہم کسی کو کسی دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے اور ان کے آپس کے معاملات میں دخل

اندازی نہیں کرتے کیونکہ یہ ہمارے نزدیک حرام ہے ہم ان کے اختلاف کو ایسے سمجھتے ہیں جیسے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے اور ہم سابہ میں سے کسی پر طعن نہیں کرتے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے

اب ہم ایک اہم بات پر تنبیہ کرتے ہیں وہ یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے اختلاف کرنا یہ خلافت میں جھگڑا نہیں تھا اور نہ ہی مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت اور عظمت کے انکار کرنے کی وجہ سے تھا اور نہ ہی خود مستحق خلافت ہونے کے بارے میں اختلاف تھا اختلاف صرف اس میں تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے قاتلوں سے قصاص ابھی لیا جائے یا موخر کیا جائے

ابن حجر ھیتمی رحمہ اللہ (صواعق المحرقہ) میں فرماتے ہیں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ امیر معاویہ اور مولا علی رضی اللہ تعالی عنہما کے درمیان جو معاملات ہوئے وہ خلافت کے جھگڑے کی وجہ سے نہیں تھے کیونکہ مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت پر اجماع تھا جیسا کہ گزر چکا فتنہ اس وجہ سے نہیں تھا بلکہ فتنے کا سبب یہ تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے ساتھ تھی مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے قاتلوں کا تقاضہ کرتے تھے کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ان کے چچا کے بیٹے تھے لیکن مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے منع فرما دیا تھا اس گمان کی وجہ سے کہ فورا ان کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے سپرد کرنا یہ خلافت کے معاملات میں پریشانی کا سبب بن سکتا ہے کیونکہ وہ لوگ مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے لشکر میں ملے ہوئے تھے اور اسی خلافت کے ذریعے ہی مسلمانوں کا انتظام چلتا ہے خاص طور پر جب خلافت کی ابتدا ہو اور معاملات درست نہ ہو تو مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ رائے تھی کہ ان کو سپرد کرنے میں تاخیر کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے قدم خلافت میں پختہ ہو جائے اور تمام امور پر ثابت بھی ہو جائیں اور مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا انتظام مکمل ہو جائے اور مسلمانوں کا اتفاق بھی ہو جائے پھر اس کے بعد مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک ایک کو پکڑا اور ان کے سپرد بھی کیا تھا

امام حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یحیی بن سلیمان جعفی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ میں سے ایک ہیں وہ اپنی بہترین اور لاجواب کتاب (صفین) میں ابو مسلم خولانی سے صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا کہ کیا اپ خلافت کے معاملے میں مولا علی سے ذکر کرتے ہیں کیا اپ ان کی مثل ہیں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہے انہوں نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے زیادہ حقدار ہیں لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو ظلمن شہید کر دیا گیا میں ان کا چچا زاد ہوں اور میں ہی ان کا ولی ہوں میں ان کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں تم مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے قاتل ہمارے حوالے کر دیں تو وہ لوگ مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس ائے اور ان سے گفتگو کی تو مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ وہ بیعت میں داخل ہوتا ہے اور مجھ سے جھگڑا کرتا ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس تمام کا انکار کیا تو مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ اپنے لشکر کے ساتھ عراق سے نکلے یہاں تک کہ مقام صفین پہنچ گئے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ عراق پہنچ گئے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کے اپ سے قتال ہوئے یہ ان کے اجتہاد کی بنا پر تھا ہم پر ضروری ہے کہ ہم ان کے اپسی معاملات میں اپنی زبانیں بند رکھیں اور اپنے دل سے ان کی محبت کا یقین رکھیں اور ان کی تعریف کے بارے میں اپنی زبانیں کھول دیں اور ان میں سے کسی کو برا نہ کہیں اور ان کے مراتب کا بھی خیال رکھیں اور اس بات کا بھی یقین رکھیں کہ وہ معصوم نہیں ہیں لیکن جو ان سے خطائیں ہوئی ہیں وہ ان کے اجتہاد کی وجہ سے ہے جو انشاءاللہ کریم معاف ہو جائیں گی

ابن ابو زید قیروانی عقیدے کے متعلق اپنی رسالے میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کا ذکر اچھے طریقے سے ہی کیا جائے گا اور ان کے آپسی معاملات میں زبان بند رکھی جائے گی اور صحابہ لوگوں میں سب سے زیادہ اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کے اچھے مرتبے بیان کیے جائیں اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جان لو کہ صحابہ کرام کی آپسی جنگی معاملات حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے آنے والی وعید میں داخل نہیں ہے کہ جب دو مسلمان تلوار کے ذریعے جنگ کریں تو قاتل مقتول دونوں جہنمی ہیں

اہل سنت و الجماعت کا موقف یہی ہے کہ صحابہ کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے اور ان کے آپسی معاملات میں زبان بند رکھی جائے ان کے آپسی معاملات کی وجہ سے یہ تھی کہ وہ مجتہد تھے تاویل کرنے والے تھے وہ گناہ کا ارادہ کرنے والے نہیں تھے اور نہ ہی وہ دنیا کی وجہ سے لڑے تھے بلکہ ہر شخص یہ گمان کرتا تھا کہ وہ حق پر ہیں اور اس کا مد مقابل غلطی پر ہے اس اعتبار سے ان پر قتال واجب تھا تاکہ وہ اللہ کی طرف رجوع کر سکیں جبکہ ان میں سے بعض درستگی اور بعض خطائے اجتہادی پر تھے اور مجتہد اگر غلطی کرے تو اس پر گناہ نہیں ہوتا

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی ایک بھی صحابی کی طرف سے قطعی یا یقینی غلطی کی نسبت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ تمام ا پنے معاملات میں اختیار کرنے والے تھے اللہ کی رضا چاہنے والے تھے وہ تمام ہمارے امام ہیں اور ہمیں ان کے اپسی معاملات میں زبان بند رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ صرف ان کا ذکر ہم بھلائی کے ساتھ ہی کریں ان کی صحابیت کی شرف کی وجہ سے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا ہے اللہ پاک نے ان کو بخش دیا اور ان سے راضی ہونے کی وجہ سے

امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی سنن میں امام شعبی سے روایت فرماتے ہیں کہ جب حسن بن علی نے صلح کرے اور ہے سم نے کہا جب امام حسن نے خلافت کا معاملہ حضرت امیر معاویہ کے سپرد کر دیا مقام نخیلہ میں امیر معاویہ نے امام حسن سے فرمایا کھڑے ہو کر گفتگو فرمائیں تو امام حسن نے اللہ پاک حمد وثنا بیان کیا اور اس کے بعد کہا کہ سب سے بہترین زاد راہ تقوی ہے اور سب سے برا سامان فسق و فجور ہے خبردار وہ معاملہ جس میں میرا اور امیر معاویہ کا اختلاف ہے یہ ایسے شخص کا حق ہے جو مجھ سے زیادہ حقدار ہے یا یہ کہا کہ میں نے اپنا حق امیر معاویہ کے لیے چھوڑ دیا مسلمانوں کے خون اور ان کی اصلاح کے ارادے سے پھر یہ ایت بیان فرمائی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

(وَ اِنۡ اَدۡرِیۡ لَعَلَّہٗ فِتۡنَۃٌ لَّکُمۡ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ) الانبیاء آیت 111

ترجمہ

(اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہاری آزمائش ہو اور ایک وقت تک کیلئے فائدہ دینا ہے)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خبریں یعنی روایات موجود ہیں جس کا امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

حدیث نبوی

بے شک یہ میرا بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ عزوجل اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا

تو حضرت امیر معاویہ کے ساتھ امام حسن نے صلح کر لی ہم ان کے ساتھ جھگڑا نہیں کریں گے اور یزید جس نے امام حسین سے جنگ کی ہم اس سے صلح نہیں کریں گے

(◄°✦·····๑····MOحSIN KAMALIA····๑····✦°►)

سوال نمبر 17

کیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بتائے سے غیب جانتے ہیں اس کے دلائل کیا ہیں؟

جواب

جان لو کہ دنیا میں جو بندہ کس چیز کا مالک ہوتا ہے چاہے وہ ذرہ برابر چیز ہی کیوں نہ ہو وہ علم ہو مال ہو یا کچھ بھی ہو وہ اللہ کے اسے مالک بنانے سے ہی مالک بنتا ہے اور یہ اسلامی عقیدہ ہے جس میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں انسان کی ملکیت اس کے حق میں مجازی ہوتی ہے اور حقیقی مالک اللہ رب العزت ہے جو ملکیت مجازی یا حقیقی ہو قران پاک سے ثابت ہے پس حقیقی جیسا کہ اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

(مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ) الفاتحہ آیت 3

ترجمہ

(جزا کے دن کا مالک)

پس مجازی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارے میں اقرار کیا

(قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَ اَخِیۡ) المائدہ آیت 25

ترجمہ

(موسیٰ نے عرض کی کہ اے رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا)

پس حقیقی اور مجازی دونوں اللہ تعالی کے اس قول مبارک میں

(قُلِ اللّٰہُمَّ مٰلِکَ الۡمُلۡکِ تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ وَ تَنۡزِعُ الۡمُلۡکَ مِمَّنۡ تَشَآءُ) العمران آیت 26

ترجمہ

(یوں عرض کرو، اے اللہ ! مُلک کے مالک ! تو جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَ اللّٰہُ یُؤۡتِیۡ مُلۡکَہٗ مَنۡ یَّشَآءُ) البقرہ آیت 247

ترجمہ

(اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے)

ہم جس طرح اللہ تعالی کے لیے حقیقی ملکیت پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح اللہ پاک جسے عطا کرے اس کی مجازی ملکیت پر بے ایمان رکھتے ہیں ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو بعض قران پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا کفر کرتے ہیں بلکہ مومن جو ہے یہ مکمل پر ایمان رکھتا ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم جان لو کہ تمام معا ملے کا انجام اور نجات کا راستہ یہی ہے کہ پورے پر ایمان رکھا جائے گمراہ ہونے والے گمراہ نہیں ہوئے مگر اسی وجہ سے کہ بعض پر ایمان رکھتے تھے اور بعض کا انکار کرتے تھے

1.

جیساکہ قدریہ اللہ تعالی کے اس قول پر ایمان رکھتے تھے

(وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ) النحل آیت 118

ترجمہ

(اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے)

اور اسکا انکار کرتے تھے

(وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ) الصافات آیت 96

ترجمہ

(اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا)

2.

اور جبریہ اس قول پر ایمان رکھتے تھے

(وَ مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ) التکویر آیت 29

ترجمہ

(چاہےاور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ جو سارے جہان کا رب)

اور اسکا انکار کرتے تھے

(ذٰلِکَ جَزَیۡنٰہُمۡ بِبَغۡیِہِمۡ ۫ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ) الانعام آیت 146

ترجمہ

(ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں)

3۔

خوارج اس پر ایمان رکھتے تھے

(وَ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ (14) یَّصۡلَوۡنَہَا یَوۡمَ الدِّیۡنِ) الانفطار آیت 14۔15

ترجمہ

(اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں انصاف کے دن اس میں جائیں گے)

اور اس کا انکار کرتے تھے

(اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ)

ترجمہ

(بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے)

.4

مرجئۃ اس پر ایمان رکھتے تھے

(لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ-اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًاؕ-اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ) الزمر آیت 35

ترجمہ

(اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا ،بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے ،بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے)

اور اسکا انکار کرتے تھے

(مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا یُّجۡزَ بِہٖ) النساء آیت 123

ترجمہ

(جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا)

اور اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں اور کتب کلام میں مشہور ہیں

اور قرآن کریم میں اس پر نص ہے بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(قُلۡ لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ) النمل آیت 65

ترجمہ

(تم فرماؤ: اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا)

اور قران پاک نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ اللہ پاک اپنے غیب کو ظاہر نہیں فرماتا سوائے اپنے چنے ہوئے بندوں کے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطۡلِعَکُمۡ عَلَی الۡغَیۡبِ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَجۡتَبِیۡ مِنۡ رُّسُلِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ) العمران آیت 179

ترجمہ

(اور اے عام لوگو! اللہ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے جنہیں پسند فرماتا ہے)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ) التکویر آیت 24

ترجمہ

(اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا) النساء آیت 113

ترجمہ

(اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ)

العمران آیت 44

ترجمہ

(یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے
قرعہ ڈالتے تھے کہ ان میں کون مریم کی پرورش کرے گا اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ ۚ) الھود آیت 49

ترجمہ

(یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں)

اسی طرح اور بھی کئی آیات ہیں

یہاں اللہ تعالی نے اس طرح نفی کی ہے کہ اس کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور دوسروں کے لیے غیب اس طرح ثابت کیا ہے کہ اس یں کوئی بھی شک نہیں کر سکتا یہ سب کا حق ہے اور تمام پر ایمان لانا ضروری ہے جو ان یں سے کسی ایک کا انکار کرے گا وہ قران کا انکار کرے گا جس نے مطلق علم کی نفی کر دی کوئی بھی علم ثابت نہیں کیا تو اس نے مطلق آیتوں کا انکار کیا اور جس نے مطلقا ایک کے لیے علم غیب کو ثابت کیا کسی سے بھی نفی نہیں کی تو قرآن کی نفی والی آیت کا انکار کر رہا ہے مومن مکمل پر ایمان لاتا ہے اس کے راستے جدا نہیں ہوتے یہ دونوں چیزیں انکار ایک ہی جگہ پر رہنا ممکن نہیں بلکہ مختلف جگہوں سے دیکھنا ضروری ہے

ان آیات کی تحقیق اور چھان بین کرنے کے بعد ہمارے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ علم جو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ خاص ہے وہ اس کا علم ذاتی ہے اور تفصیلی علم جو کہ تمام معلومات الہیہ کو جامع ہو تو وہ بھی اللہ پاک کی ذات کے ساتھ خاص ہے نفی والی آیات میں یہی مراد ہے اور وہ علم جس کو بندوں کے لئے ثابت کرنا صحیح ہے وہ علم عطائ ہے چاہے وہ اجمالی علم ہو یا علم تفصیلی ہو اس کے ساتھ بھی تعریف بیان کی جا سکتی ہے اللہ نے علم عطائی کے ساتھ بندوں کی تعریف بھی کی ہے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا

(وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ) الزاریات آیت 28

ترجمہ

(اور اُسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ) الیوسف آیت 68

ترجمہ

(اور بےشک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے سے)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(وَ عَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا) الکھف آیت 65

ترجمہ

(اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(وَ عَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ) النساء آیت 113

ترجمہ

(اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر اطلاع دی ہے جب جتنا اور جو چاہا اللہ نے اپنے نبی کو بتایا ہے لکھنا نبی پاک غیب کو جانتے ہیں جتنا اور جب ان کا رب چاہتا ہے

احادیث نبوی سے غیب کا ثبوت

1۔

طارق بن شہاب سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک جگہ حضور ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تھے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں مخلوق کی ابتداء کے بارے میں خبر دی یہاں تک کہ جنتی جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی جہنم میں داخل ہو گئے (صحیح بخاری)

2.

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مجھ پر دنیا و آخرت میں ہونے والے تمام امور پیش کر دیے گئے ہیں (مسند احمد)

3۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں خبر دی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے ہم میں سب سے زیادہ عالم وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہوتا ہے (صحیح مسلم)

.4

حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں اللہ پاک نے میرے لیے زمین سمیٹ دی ہے یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا (صحیح مسلم)

5۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں ہر چیز میرے لیے واضح ہو گئی ہے میں نے اس سے پہچان لیا ہے۔ (سنن ترمذی)

.6

حضرت علامہ عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اللہ پاک نے دنیا میرے لیے بلند کر دی ہے میں اسے دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ کیا قیامت تک ہوگا میں وہ بھی دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہتھیلی کو میں دیکھ رہا ہوں (مجمع الزوائد)

علاؤ الدین علی متقی رحمہ اللہ نے اس حدیث میں کچھ ذات فرمایا کہ تمام چیزیں اللہ پاک نے اپنے نبی کے لیے ایسے واضح کر دیے ہیں جیسے پچھلے نبیوں کے لیے واضح کی تھی

.7

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ابھی مجھ پر جنت اور جہنم پیش کی گئی اس دیوار کے پیچھے سے تو میں نے اج کی طرح کبھی خیر و شر نہیں دیکھا اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے (صحیح مسلم)

.8

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میرا قبلہ یہاں دیکھتے ہو تو اللہ کی قسم تمہارا خوش و خضوع اور تمہارے رکوع مجھ پر پوشیدہ نہیں بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں (صحیح بخاری)

.9

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ آگے دیکھتا ہوں (صحیح بخاری)

.10

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں کے قتل ہونے کی جگہ ہے حضور نے زمین پر ہاتھ رکھ کر بتایا راوی فرماتے ہیں کہ کوئی بھی کافر حضور کے ہاتھ والی جگہ سے دور نہیں مرا (یعنی جہاں پہ حضور نے اس کے قطر ہونے کی جگہ بتائی تھی وہیں پر وہ کافر قتل ہوا)

اقوال ائمہ سے علم غیب کا ثبوت

بہر حال علماء کے اقوال جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ نے حضور کو علم غیب عطا فرمایا تھا

.1

علامہ محمود الوسی فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے روح قبض نہیں کی گئ یہاں تک کہ حضور نے ہر وہ چیز جان لی جس کو جاننا ممکن تھا

.2

سید عبد العزیز دباغ فرماتے ہیں حضور پر امور خمسہ کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں حالانکہ حضور کی امت میں سے تصرف کرنے والا کوئ شخص ان پانچوں کی معرفت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا

.3

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں بعض علماء کرام اس بات کو اختیار کرتے ہیں کہ حضور کو بھی علومِ خمسہ عطا کیے گئے ہیں قیامت کا علم بھی حضور جانتے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام کو بھی معلوم ہے لیکن انہیں اس کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے

.4

علامہ مناوی فرماتے ہیں پانچ علم ایسے ہیں جس کو مکمل کلی جزوی طور پر صرف اللہ ہی جانتا ہے تو ہر بات اس چیز کے خلاف نہیں ہے کہ اللہ پاک نے بعض خاص لوگوں کو غیب عطا فرمائے ہیں یہاں تک کہ ان پانچوں علم بھی بعض کو

عطا کیا ہے کیونکہ یہ بھی ایک جزئی کے تحت شمار کیے جاتے ہیں اور معتزلہ کا اس کا انکار کرنا ان کے ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے

.5

حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں اللہ پاک ا پنے بعض بندوں کو علم غیب عطا فرمانا یہ ایک نور ہے دلیل یہ ہے (تم بچو مومن کی فراست سے پس بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) غریب نہیں ہے

.6

حضرت علامہ قاضی شوکانی فرماتے ہیں اگر تم کہو کہ جب قرانی دلیل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ ا پنے رسولوں میں سے جن کو غیب کے لیے چن لیتا ہے ان پر غیب ظاہر فرما دیتا ہے تو کیا جس کو اللہ نے چنا ہے وہ دوسروں کو بھی غیب کی خبر دے سکتا ہے؟

میں نے کہا جی ہاں اور اس سے معنی کوئی چیز بھی نہیں ہے اور یہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت بھی ہے اور حدیث کا علم رکھنا ہے والے پر پوشیدہ نہیں ہے پھر اس کے بعد انہوں نے وہ احادیث بتائیں جن میں غیبی امور کے بارے میں حضور کی خبریں موجود ہیں

.7

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ در حضور کی ایک صفت یہ بھی ہے جس کے ذریعے حضور ائندہ چیزیں جان لیتے ہیں اور اس چیز کا مطالعہ بھی کرتے ہیں جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے

.8

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ حضور کی ایک صفت ایسی بھی ہے جس کے ذریعے وہ اندھا زمانے کی چیزوں کو جان لیتے ہیں چاہے وہ بیداری میں ہو یا نیند میں اسی کے ذریعے بو لو محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں اور غیبوں کو دیکھ لیتے ہیں

.9

امام قاضی عیاض لکھتے ہیں حضور کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ اللہ نے انہیں علم غیب اور ائندہ زمانے کی خبریں دی ہیں

اس باب میں احادیث ایسے دریا کی طرح ہیں جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہو سکتا

(◄°✦·····๑····MOحSIN KAMALIA····๑····✦°►)

سوال نمبر18

کیا اللہ تعالی نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کوئ اختیارات عطا کیے ہیں؟

جواب

اللہ تعالی کی اجازت کے بغیر تمام جہانوں میں سے کوئی بھی شخص کچھ بھی کریں یہ ممکن نہیں ہے یہاں تک کہ کوئی بھی شخص اللہ پاک کی اجازت کے بغیر مچھریا مکھی کو قتل بھی نہیں کر سکتا یہ ممکن ہی نہیں ہے مگر جب اللہ پاک کا حکم آجاتا ہے تو مچھر بھی انسان کو قتل کرنے پر قادر ہو جاتا ہے جیسا کہ نمرود کی موت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بعض انسان مکھی یا مچھر کے جراثیم منتقل ہونے کی وجہ سے مر جاتے ہیں

اور اسی طرح کوئی بھی شخص مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن جب اللہ پاک کی اجازت ہوتی ہے اور اس کی توفیق ملتی ہے تو بندہ قادر ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت قعیسی علیہ الصلوۃ والسلام اللہ پاک کی اجازت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

(وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ) العمران آیت 49

ترجمہ

(اور میں مُردے جلاتا (زندہ کرتا) ہوں اللہ کے حکم سے)

اور اسی طرح کوئی بھی شخص اللہ کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو اولاد دینے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن جب اللہ کی اجازت اور اس کی مشیت ہوتی ہے تو بندہ جسے چاہے اولاد دے سکتا ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کی حکایت میں ب اللہ تعالی فرماتا ہے

(قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّکِ ٭ۖ لِاَہَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا) المریم آیت 19

ترجمہ

(ہےبولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں)

جب تو نے یہ جان لیا تو یہ بھی جان لو کہ اللہ پاک نے لوگوں کے درمیان مختلف درجات ر کھے ہیں یہ کچھ وہ ہیں جو ہزاروں پر فضیلت رکھتے ہیں کچھ وہ ہیں جو عام لوگوں کی طرح ہیں اور یہ تمام فضیلت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے کسی بھی شخص کا اپنی ذات اور فضیلت کی وجہ سے نہیں میں اللہ پاک کی اجازت جے بغیر کوئی کمال نہیں ہے جب ہم

اس کمال کو مان رہے ہیں تو ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں تو اللہ پاک کے حضور پر کی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی صفات دی ہیں جو تمام جہانوں میں کسی کو عطا نہیں ہوئی تو حضور نے کمال اور افضال ا تنے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا اور ان کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تو اللہ پاک نے بھی ا پنے نبی کو دنیا میں کثیر معاملات میں اختیار عطا فرمائے ہیں

بے شک ہمارے نبی جس کو چاہیں غنی کر دیں جیسے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

(وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ) التوبہ آیت 74

ترجمہ

(اور انہیں یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں ا پنے فضل سے غنی کردیا)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کو چاہیں عطا کر دیں اور جس سے چاہیں روک لیں جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

(وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ-وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ) الحشر آیت 7

ترجمہ

(اوررسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۙ) التوبہ آیت 59

ترجمہ

(اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ)

ترجمہ

(عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو چاہیں حلال فرما دیں اور جس چیز کو چاہیں حرام فرما دیں اللہ تعالی کے حکم سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

(وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ) الاعراف آیت 157

ترجمہ

(اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات ایات مبارکہ سے بھی ثابت ہیں وہ گزر چکے ہیں اس طرح احادیث بھی ثابت ہیں

حدیث نبوی

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا خبردار جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود حرام فرما دیں وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ پاک نے اس کو حرام فرمایا ہو

اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم (حرمت والی جگہ) بنایا اور بے شک میں نے مدینہ کو حرم (حرمت والی جگہ)بنایا

اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اختیارات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخص پر سے نماز کو ساقط فرما دیا

مسند امام احمد میں ہے کہ ایک شخص حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے اس شرط کے ساتھ اسلام قبول کیا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا

اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اختیارات میں سے یہ بھی ہے کہ جسے چاہے جنت عطا فرما دیں

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تھا میں حضور کے وضو اور حاجت کے لیے پانی لے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مانگو کیا مانگنا ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بس جنت میں آپ کا قرب چاہیے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ مانگو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ بس یہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بہت زیادہ سجدوں کے ذریعے اپنے معاملے میں میری مدد کرو

اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فضائل و اختیارات میں سے یہ بھی ہے کہ جس شخص کو جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرما دیں جیسا کہ حضرت خزیمہ کی شہادت دو بندوں کی شہادت کے برابر قرار دے دی تھی

حضرت عمارہ بن خزیمہ رضی اللہ تعالی عنہما اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سوء بن حارث سے ایک گھوڑا خریدا تو اس نے انکار کر دیا تو حضرت خذیمہ بن ثابت نے حضور کے حق میں گواہی

دی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اے خزیمہ تم تو وہاں تھے ہی نہیں تو تم نے یہ گواہی کیوں دی تو حضرت عمارہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو آپ لے کر آئے ہیں میں نے اس کی بھی تصدیق کی اور میں جانتا ہوں کہ اپ حق کے سوا کچھ نہیں فرماتے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جس کے لیے یا جس کے خلاف خزیمہ گواہی دے دیں تو ان ہی کی گواہی کافی ہے

اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اختیارات میں سے یہ بھی ہے کہ اپ نے ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا کو نوحہ کرنے کی اجازت دی تھی

حضرت حفصہ وہ ام عطیہ سے روایت کرتی ہیں کہ جب یہ ایت نازل ہوئی (یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَ اَرْجُلِھِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ) الممتحنہ آیت 12 ترجمہ (حضور اس بات پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے ا پنے ہاتھوں اور ا پنے پاؤں کے درمیان میں گھڑیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی) انہوں نے فرمایا ان میں سے نوحہ بھی ہے پھر فرمایا میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں قبیلے والوں کے لیے مجھے اجازت دے دیں کیونکہ زمانہ جاہلیت میں انہوں نے مجھے خوش کیا تھا تو میرے لیے ضروری ہے کہ میں انہیں خوش کروں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا تمہیں صرف اہل فلاں کے لیے اجازت ہے

اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام اختیارات میں سے یہ بھی ہے

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت اسمہ بنت عمیس کو عدت میں سوگ چھوڑنے کی اجازت دے دی تھی

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالی عنہ شہید ہوئے تو حضور ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تین دن سو گرو اور اس کے بعد جو چاہو وہ کرو

خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے کثیر اختیارات عطا فرمائے ہیں

(◄°✦·····๑·····MOحSIN KAMALIA·····๑·····✦°►)

سوال نمبر19

بعض لوگ کہتے ہیں ہمارے لیے قرآن کافی ہے حدیث کی کوئی ضرورت نہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں ہمیں قرآن و حدیث کافی ہے ہمیں بزرگانِ دین کے پیروی کی ضرورت نہیں اس دعوے کی حقیقت کیا ہے ؟

جواب

سلف و صالحین وہ پہلے دور کے لوگ ہیں اور ان کے ساتھ ملے ہوئے لوگ ہیں وہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین ہیں ان کو سلف کہا جاتا ہے کیونکہ بعد میں آنے والوں کی نسبت کے اعتبار سے یہ پہلے ہیں اور جو بعد میں آنے والے ہیں وہ خلف ہیں ان کو صالحین کہتے ہیں کیونکہ ان میں سے اور ان کے زمانے میں سے اکثر لوگ نیک تھے اس وجہ سے ان کو صالحین کہا جاتا ہے

اور سلف صالحین کا اطلاق ان فضیلت والے ادوار کے لوگوں پر بطور غلبہ ہوتا ہے اور خاص طور پر دو دور صحابہ اور تابعین کا

ان میں سے ہر دوسرا طبقہ پہلے آنے والوں کی تعظیم کرتا تھا سلف صالحین کی پیروی اور اقتداء کا واجب ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے

قران نے صحابہ کی پیروی کرنے اور ان کے طریقے کو لازم پکڑنے کو واجب قرار دیا ہے اور ان کے راستے میں آنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا)

النساء آیت 115

ترجمہ

(اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے)

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی اس راستے کی پیروی کریں جس پر صحابہ قائم تھے اور جو اعمال کرتے تھے وہی دین اسلام ہے

امام شافعی رحمہ اللہ اس ایت سے دلیل پکڑتے ہیں امام شافی رحمہ اللہ سے اجماع کے صحیح ہونے پر قرآن سے دلیل طلب کی گئی تو امام صاحب نے یہ آیت تلاوت فرمائی اس دلیل کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ پاک نے مومنین کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر پیروی کرنے پر وعیدبیان فرمائی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے پر وعیدبیان فرمائی ہے لہذا اللہ پاک نے مومنین کے راستے اور رسول کے راستے کی مخالفت کرنے کو برابر قرار دے دیا ہے بعد اس کے کہ یہ ہدایت بھی واضح ہو چکی ہو

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

(فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوْا ۚ وَ اِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا هُمۡ فِىۡ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكۡفِيۡکَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ) البقرہ آیت 137

ترجمہ

(پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ صرف مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں ۔ تو اے حبیب! عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کافی ہوگا اور وہی سننے والا جاننے والا ہے)

یہ آیت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ جس طریقے پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم ہیں وہی طریقہ ہدایت اور حق کا ہے جو صحابہ کے پیروی کرے گا وہ ہدایت اور اس سیدھے راستے پر ہوگا آیت میں پہلے صحابہ کرام مراد لیے گئے ہیں پھر وہ لوگ مراد لے گئے ہیں جو صحابہ کے طریقے پر چل کر ان کی پیروی کریں گے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ ؕ وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ) الیوسف آیت 108

ترجمہ

(تم فرماؤ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں ۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل بصیرت پر ہیں اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں)

صحابہ کرام علیہم رضوان حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سب سے پہلے پیروکار ہیں حضور کے راستے پر ہیں اور وہ دل کی آنکھوں کے ذریعے اللہ کے راستے کی طرف بلاتے ہیں

اللہ تعالی نے صحابہ کرام علیہم رضوان کی تعریف بھی کی ہے اور اللہ تعالی ان سے راضی بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

(مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ-وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا٘-سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِؕ-ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ- وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ۫ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَ جَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَؕ-وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا) الفتح آیت 29

ترجمہ

(محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ، آپس میں نرم دل ہیں ۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا ، اللہ کا فضل و رضا چاہتے ہیں ، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے ۔یہ ان کی صفت تورات میں (مذکور) ہے اور ان کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے ۔ (ان کی صفت ایسے ہے) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی پھر اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سید ھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو اچھی لگتی ہے (اللہ نے مسلمانوں کی یہ شان اس لئے بڑھائی) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلائے ۔ اللہ نے ان میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے بخشش اور بڑے ثواب کاوعدہ فرمایا ہے)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍۙ-رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ-ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ) التوبۃ آیت 100

ترجمہ

(اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اولین اوردوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کرر کھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَہُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَ کَانُوْا اَحَقَّ بِہَا وَ اَہْلَہَاؕ-وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا)

الفتح آیت 26

ترجمہ

(اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اُتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ اُن پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انکی پاکیزگی بیان کی ہے فرمایا

لوگوں میں سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں (صحابہ کرام) پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں (تابعین) اور پھر وہ جو انسے ملے ہوئے ہں (تبع وتابعین)

یہ آیات وہ احادیث اس بات پر دلیل ہیں کہ صحابہ کرام ہدایت پر ہیں اور وہی لوگ پیروی کے قابل ہیں اور جو پہلے زمانے کے معاملات اور احکام سے لاعلم ہو اسکی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اور وہ شاذ اقوال کو لے اتا ہے جبکہ اسکے پاس احادیث بھی ہوتی ہیں سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں حدیث سے فقہ کے علاوہ لوگ گمراہ ہوتے ہیں ابن ابی زید نے اسکا معنیٰ یہ بیان کیا کہ فقہا کے علاوہ لوگ حدیث پاک کو ظاہر پر معمول کر لیتے ہیں حالانکہ دوسری احادیث سے اسکی تعویل بھی موجود ہوتی ہے یا اس حدیث کو چھوڑنا ضروری ہوتا ہے اور ان چیزوں کو وہی جان سکتا ہے جو بہت زیادہ علم اور فقہ رکھنے والا ہو

اسی طرح ابن واہب کا قول ہے

کہ ہر وہ محدث جسکا فقہ میں کوئ امام نہ ہو وہ گمراہ ہے اور اگر اللہ تعالی نے ہمیں امام مالک اور لیث کے ذریعے ہمیں نہ بچایا ہوتا تو ہم گمراہ ہو جاتے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے صحابہ کرام اور تابعین کسی حدیث کے مطابق عمل کرنے کو چھوڑنے پر اجماع کر لیتے ہیں حالانکہ حدیث صحیح ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے

کہ وہ لوگ اس عمل کے مشروعیت کا سبب جانتے ہیں اگرچہ وہ اسے بیان نہ کریں تو گویا ان لوگوں کا صرف حدیث کو چوڑ دینا ہی اس حدیث پر عمل نہ کرنے کی دلیل ہے نہ کہ اسکے چھوڑنا حدیث سے افضل ہے

اور ایسا ممکن نہیں کہ صحابہ کرام کسی سنت کو چھوڑنے پر اجماع کریں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ کسی غلط فعل پر اجماع کر لیں ابن ابو زید اپنی جامع میں فرماتے ہیں حدیث پر عمل کرنا قیاس کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی قیاس کی وجہ سے حدیث کو چھوڑا جائے گا جس کی بزرگان دین نے تعویل کی ہے ہم بھی اسکی تعویل کرینگے جس پر انہوں نے عمل کیا ہے ہم بھی عمل کرینگے جیسے انہوں نے چھوڑا ہے ہم بھی اسے چھوڑیں گے ہمارے لیے حکم یہ ہے جس چیز سے وہ خاموش رہے ہیں ہم بھی خاموش رہے وہ جو انہوں نے بیان کیا ہے اسکی اتباع کریں اور جو انہوں نے نئے مسائل اخذ کیے ہیں ان میں انکی پیروی کریں انکے آپسی اختلاف اور تعویلات میں ان سے دور نہ ہوں

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سلف صالحین کی پیروی کرنے میں ہی نجات ہے اور وہی لوگ تعویل کردہ اور اخذ کردہ مسائل میں ہمارے رہنما ہیں اور اللہ عزوجل نے بھی اپنے بندوں کو انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور انبیاء صدیقین شہداء اور نیک لوگ ہیں اللہ پاک نے ہمیں اسی طرح دعا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

(اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ) (صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ) الفاتحہ آیت 5-6

ترجمہ

(ہمیں سیدھے راستے پر چلا) (رستہ انکا جن پر تو نے انعام فرمایا نہ کہ انکا جن پر تو نے غضب کیا)

پھر اللہ پاک نے نیک لوگوں کا بھی بیان فرمایا

(فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ ۚ) النساء آیت 59

ترجمہ

(تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ)

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور اپ سب کو کان و سنت پر عمل کرنے اور بزرگان دین کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور گمراہ لوگوں کے راستے سے بچائے آمین یا رب العالمین

(◄°✦•·····๑ ···· MOحSIN KAMALIA ···· · ๑·---•✦°►)

(نوٹ)

اپنی ناقص عقل سے کچھ نوٹس تیار کیے ہیں اگر کوئ غلطی کوتائی یا کمی بیشی ہوتو اس نمبر پر ہماری اصلاح فرمادیں

جزاک اللہ خیرا

درجہ ثالثہ طالبعلم:

محمد محسن رضا عطّاری آف کمالیہ

(0341.5203794) WHTSAPP